

تدریس اُردو

برائے زیر تربیت اساتذہ

TEACHING OF URDU

طاہر صدیقی

مجید بک ڈپو

22- اُردو بازار، لاہور

Ph: 042 - 7311484

زبان اور اردو زبان

زبان کیا ہے؟

زبان اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ وہ عظیم نعمت ہے جو انسان کی قدر و منزلت کا باعث ہے۔ یہ اس کے مافی الضمیر کے اظہار کا بہترین ذریعہ ہے۔ انسانی معاشرے کی ابتدا اور ارتقاء زبان ہی کی مرہون احسان ہے۔ زبان کے بغیر کسی انسانی معاشرے کو بقا حاصل نہیں۔ زبان کی اہمیت سے کسی کو انکار نہیں اس کے باوجود یہ واضح کرنا بہت مشکل ہے کہ زبان کی حقیقت کیا ہے؟ اگرچہ زبان کی وضاحت کرنے کی کوشش بہت سے ماہرین نے کی ہے مگر وہ اس حقیقت کا ادراک رکھتے ہیں کہ زبان ایسی ہمہ پہلو چیز ہے کہ کسی ایک تعریف میں اس کے تمام پہلوؤں کا احاطہ ممکن نہیں۔

تاہم کچھ ماہرین نے زبان کی تعریف ان الفاظ میں بیان کی ہے۔
”زبان ایک ایسا وسیلہ (تحریری، تقریری) ہے جس کے ذریعے ایک جاندار اپنی ذہنی کیفیت یا بات کو دوسرے جاندار کے ذہن میں منتقل کرتا ہے۔“

جانور اپنی آواز اور حرکات دونوں کے ذریعے ابلاغ Communication کا کام لیتے ہیں۔ مثلاً ہرن خطرے کے وقت ایک خاص آواز نکال کر اپنے ساتھیوں کو خطرے سے آگاہ کرتا ہے۔ کتا اور بلی اشارے کنائے سے مالک سے اپنی محبت کا اظہار کرتا ہے کوا، چڑیا اور دیگر پرندے مختلف اوقات میں مختلف حرکات اور آوازیں نکالتے ہیں۔ بعض اوقات انسان بھی دوسروں کو خبردار کرنے کے لیے ایسے وسائل استعمال کرتا ہے جس میں آواز شامل نہیں ہوتی

مثلاً کسی شخص سے مصافحہ کرتے ہوئے اس کے ہاتھ ملانے سے اس کی گرمجوشی اور سرد مہری کا اندازہ ہو جاتا ہے۔ اسی طرح کسی کے چہرے پر تیوری اس کے غصے کی عکاس ہوتی ہے۔ انسان دانستہ طور پر زبان کا استعمال کرتا ہے۔ اور وہ با اختیار ہے کہ جس طرح چاہے زبان کا استعمال کرے۔

”زبان ایک ایسا وسیلہ ہے جس کے ذریعے (بول کر یا لکھ کر)

انسان اپنے ارادے، جذبات، احساسات، تاثرات اور

خیالات کو دوسرے انسان کے ذہن میں منتقل کرتا ہے۔“

زبان کی خصوصیات:

دنیا میں بے شمار زبانیں بولی جاتی ہیں۔ جن میں کئی قدریں مشترک ہوتی ہیں۔ زبان کی ان خصوصیات کا جاننا بھی ضروری ہے۔ ان کے علم سے زبان کا ایک واضح تصور سامنے آتا ہے۔ جو استاد کے لیے تدریس میں معاون و مددگار ثابت ہوتا ہے۔ یہ خصوصیات مندرجہ ذیل ہیں۔

1- زبان کا عمل گفتار اور سماعت کے درمیان واقع ہوتا ہے۔ اس میں بولنے اور سننے والے کے اعضائے صوت و سماعت دونوں نظام شریک ہوتے ہیں۔ مثلاً کسی کے پیلے چہرے کو دیکھ کر پتہ چل جاتا ہے کہ وہ شخص پیلے بخار میں مبتلا ہے۔ اس عمل میں زبان کا کوئی عمل دخل نہیں۔

2- زبان میں الفاظ و معنی کا رشتہ ایک مسلمہ حقیقت ہے۔ لیکن اس رشتے میں اکثر کوئی منطق نہیں ہوتی۔ ہمیں معلوم نہیں کہ ”کرسی“ میں وہ کیا خصوصیات ہیں جس کی بناء پر اسے کرسی کہا جاتا ہے۔

3- حرف الفاظ تشکیل دیتے ہیں اور زبان الفاظ کا مجموعہ ہے۔ لیکن ان میں سے کچھ الفاظ ایک علامت کی طرح ہوتے ہیں۔ مثلاً عام مشاہدے میں دروازہ ایک لفظ ہے لیکن یہ لفظ کی نہیں بلکہ چیز کی نمائندگی کرتا ہے۔ اسی طرح ”پڑھنا“ بھی ایک عمل کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ لفظوں کا مفہوم زبان میں بڑی اہمیت کا حامل ہے۔

4- بچے زبان سیکھنے کی فطری صلاحیتیں لے کر پیدا ہوتا ہے۔ وہ جس ماحول میں رہتے ہیں وہی بولتے ہیں اور وہی زبان سیکھتے ہیں۔ اگر ارد گرد اردو زبان بولی جاتی ہو تو وہ اردو بولتے ہیں اگر انگلش ہو تو انگلش اس لیے زبان اور ماحول کا رشتہ بھی بہت گہرا ہے۔

5- انسان اور پرند چرند میں یہ فرق ہے کہ انسان موقع کی مناسبت سے بولتا ہے جبکہ پرند چرند بیک وقت بولتے ہیں۔ یوں شور برپا ہوتا ہے اور کوئی بات سمجھ نہیں آتی۔

6- ہر زبان کی اپنی انفرادیت اور اپنا ایک وجود ہوتا ہے۔ اجزائے کلام اسی کے مرہون منت ہوتے ہیں۔ زبان انہی اجزائے کلام کی معاونت سے قابل فہم بنتی ہے۔ جملہ اگر بہت تیز بولا جائے تو بات سمجھ نہیں آتی اور اگر اس کے الفاظ مناسب توقف سے بولے جائیں تو سننے اور سمجھنے میں آسانی پیدا ہو جاتی ہے۔

7- زبان کی ابلاغی خصوصیت ہی اسے دیگر زبانوں سے ممتاز بنادیتی ہے۔ زبان جس قدر مؤثر ابلاغ کا سبب ہوگی اسی قدر بہتر سمجھی جائے گی۔

اردو زبان کا مفہوم: ✓

قومی زبان اردو مختلف النسل اور مختلف النوع زبانیں بولنے والے مسلمانوں کی ثقافتی یک جہتی کا حسین شاہکار ہے جس کا نسبی سلسلہ صدیوں پر پھیلا ہوا ہے۔ عرب جب سندھ میں فاتح کی حیثیت سے داخل ہوئے تو ان کا ہندوستان کی غیر مسلم ہندو تہذیب سے سامنا ہوا۔ غزنوی عہد کے بعد جب غوریوں نے ہندوستان پر مسلم اقتدار کی بنیاد رکھی تو اردو کی جانب سفر کا آغاز ہوا۔ دنیا کی دوسری زبانوں مثلاً عربی، فارسی، سنسکرت اور لاطینی وغیرہ کے مقابلے میں اردو زبان کی عمر بہت ہی کم ہے، مگر یہ سب سے پر لطف زبان ہے۔ اردو زبان کی داستان یہ ہے کہ جب آریا لوگ وسط ایشیاء کے علاقوں کو ترک کر کے پنجاب کے راستے ہندوستان آ گئے تو انہوں نے یہاں کے مقامی باشندوں کو ہندوستان کے جنوبی علاقوں کی طرف جانے پر مجبور کر دیا اور خود دریائے گنگا کے کنارے جا کر آباد ہو گئے۔ آریا لوگ سنسکرت بولتے تھے، مگر ہندوستان کے مقامی اثرات سے سنسکرت میں کئی ایک تغیرات

رو نما ہوئے اس بگڑی ہوئی بولی کا نام پراکرت رکھا گیا۔ یہ بولی ڈیڑھ ہزار سال تک بولی جاتی رہی۔ بعد ازاں راجہ بکرماجیت نے اپنے عہد حکومت میں سنسکرت کو دیوتاؤں کی زبان قرار دے کر سرکاری اور حکومتی زبان بنا دیا۔ اس طرح سنسکرت از سر نو شاہی دربار، وزراء، علماء اور پنڈتوں کی زبان بن گئی۔ اگرچہ عوام بدستور پراکرت ہی بولتے رہے لیکن جب زمانے نے کروٹ بدلی تو پراکرت بھاشا بن گئی۔ جب مسلمان ہندوستان آئے تو اپنے ساتھ فارسی زبان لائے۔ جس میں ترکی اور عربی زبانوں کے بہت سے الفاظ شامل تھے۔ نتیجہ یہ نکلا کہ یہی فارسی اور ترکی الفاظ برج بھاشا میں شامل ہوئے۔ مغلیہ دور میں بعض یورپی قومیں مثلاً فرانسیسی ہندوستان آنے لگے تو ان کی زبان کے کچھ الفاظ برج بھاشا میں شامل ہو گئے۔ حتیٰ کہ شاہجہان کے زمانے میں برج بھاشا کی شکل بالکل بدل کر رہ گئی۔ نئی زبان کو ہندو اور مسلمان دونوں خوب سمجھتے تھے کیونکہ اس میں فارسی ہندی اور برج بھاشا کے اکثر الفاظ شامل تھے۔ اس لئے یہ نئی زبان بڑی تیزی کے ساتھ چھاؤنیوں میں رائج ہو گئی اور اکثر لوگ اسے بولنے لگے۔ بقول میرامن دہلوی ”اس زبان کو اردو کے نام سے شاہجہاں کے عہد میں پکارا گیا“ اور بقول محمد اکرم چغتائی ”زبان کے طور پر اردو کا لفظ سب سے پہلے 1762ء میں مائل دہلوی نے استعمال کیا تھا۔ سندھی میں ”اردو“ کے معنی ڈھیر کے ہیں۔ اردو ترکی زبان کا لفظ ہے اسکے کے لفظی معنی لشکر کے ہیں۔ اس رعایت سے یہ زبان لشکر کی زبان بنی اور اس نے اردو کا باقاعدہ نام پایا اور یوں 1835ء میں اردو زبان کو باقاعدہ سرکاری زبان کا درجہ دیا گیا۔

اردو ہے جس کا نام ہمیں جانتے ہیں داغ۔
سارے جہاں میں دھوم ہماری زبان کی ہے ✓

✓ اردو کے عہد بہ عہد نام:

اردو زبان کو ارتقائی مراحل میں بے شمار ناموں سے موسوم کیا گیا ”تزک بابری“ میں اسے ”ہندی“ یا ”ہندوی“ کہا گیا۔ اکبر کے دور میں اسے ریختہ کہا گیا۔ یہ زبان ”کنی“ اور ”گجراتی“ ناموں سے بھی موسوم رہی۔

اردو زبان کی ابتداء

اردو زبان کی ابتداء کے بارے میں ماہرین لسانیات نے بے شمار نظریات پیش کئے ہیں۔ چند ایک اہم نظریات درج ذیل ہیں۔

(الف) سید سلیمان ندوی کے خیال میں اردو کی ابتداء سب سے پہلے سندھ سے ہوئی ان کا کہنا ہے کہ مسلمان برصغیر میں سب سے پہلے اسی علاقہ میں پہنچے۔ وہ مسلمان جن کی اکثریت عرب سے متعلق تھی، مقامی لوگوں سے میل جول بڑھاتے رہے یوں ان کے مقامی لوگوں سے اشتراک عمل کے نتیجہ میں اس نئی زبان نے جنم لیا۔ اس طرح ”اردو“ کا خمیر سندھ ہی میں تیار ہوا۔

(ب) نصیر الدین ہاشمی کے خیال میں اردو کی ابتداء دکن سے ہوئی وہ اپنی کتاب ”دکن میں اردو“ میں لکھتے ہیں کہ جب دکن کا کچھ حصہ فتح ہو کر سلطنت دہلی میں شامل ہوا۔ یہاں بھی وہی نتیجہ رونما ہوا تھا، جو شمالی ہند میں ہوا تھا۔ اس طرح یہاں اردو کا رواج ہو گیا۔

(ج) اردو زبان کی ابتداء کے بارے میں سب سے زیادہ پزیرائی اور قبولیت محمود شیرانی کے نظریے کو حاصل ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ اردو کی ابتداء پنجاب سے ہوئی۔ اپنے اس نظریے کو تقویت دینے کے لئے انہوں نے اردو اور پنجابی کے بے شمار نحوی اور صرفی اصولوں کی مناسبت کا حوالہ دیا ہے۔

مولانا صلاح الدین احمد بھی اس سلسلہ میں گویا ہیں ”اردو پنجاب ہی کی بیٹی ہے، وہ یہیں پیدا ہوئی اور یہیں پروان چڑھی۔“

اردو کا ارتقاء اور صوفیاء کا کردار:

ابتدائی دور میں ریختہ کو عوامی رنگ دینے میں مسلمان صوفیاء نے اہم کردار ادا کیا۔ بد قسمتی سے اردو کے ارتقاء کے اس پہلو پر اردو دانوں نے بہت کم کام کیا۔ صوفیائے کرام اسلام کی تبلیغ کے سلسلے میں اپنا دروازہ ہر مذہب و ملت کے افراد کے لئے کھلا رکھتے۔ چنانچہ

تدریس اردو
وہ جہاں کہیں بھی جاتے مقامی زبان سیکھ کر اس کے ذریعے پیغام حق مقامی آبادی تک پہنچاتے۔ لیکن ریختہ یعنی اردو کے اثرات بھی وہاں ثبت کرتے۔ خواجہ معین الدین چشتی اجمیری، خواجہ نظام الدین اولیا، کے مصاحب خاص مولانا سید مبارک المعروف میر خور، شیخ بہاء الدین باجن، خواجہ فرید الدین شکر گنج، شیخ بوعلی قلندر، شیخ لطیف الدین اور متعدد دوسرے درویشوں کے روحانی اجتماعات اور ان کی تحریریں اس ضمن میں موجود ہیں۔ اردو کا قدیم ترین منظوم کلام ایک صوفی میراں جی شمس العشاق سے منسوب ہے۔ جس کا سنہ کتابت 1068 ہجری ہے جبکہ پہلی کتاب حضرت سید محمد بن یوسف الحسینی الدہلوی کی معراج العاشقین قرار دی گئی ہے۔

اردو کا ارتقاء اور اردو نثر:

ملاو جہی کی ”سب رس“ اور بعد میں رجب علی بیگ سرور کی ”فسانہ عجائب“ اپنے دور کی عظیم ادبی تصانیف تھیں اس لیے کہ اس دور میں بھاری بھر کم تراکیب کا استعمال، فارسی اور عربی کی بھرنا، مشکل پسندی، مسجع اور مقفی عبارت اعلیٰ اردو ادب کا معیار تھا لیکن کلکتہ میں فورٹ ولیم کالج کے قیام (جو اگرچہ انگریزوں کو اردو سیکھانے کے لیے عمل میں آیا تھا) نے اور اس کالج کی سادہ، سلیس اور آسان تحریروں نے نثری ادب کا معیار تبدیل کر دیا خاص فہم ادب کی بجائے عام فہم ادب کو پسندیدگی اور شرف قبولیت حاصل ہونے لگا۔ اس سلسلے میں کالج سے منسلک ادیب میرامن دہلوی، شیر علی افسوس، حیدر بخش حیدری اور بہادر علی حسینی بہت مشہور ہوئے۔

غالب کے خطوط نے جو رنگ جمایا تھا سرسید اس سے متاثر ہو چکے تھے۔ اس سلسلہ میں مولانا شبلی نعمانی لکھتے ہیں کہ ”اردو انشاء پرداز“ کا جو آج انداز ہے اور جس کے مجدد اور امام سرسید مرحوم تھے۔ اس کا سنگ بنیاد دراصل غالب نے رکھا تھا۔ مرزا غالب کی شگفتہ، بے تکلف اور سادہ نثر سے سرسید یقیناً فیضیاب ہوئے ہوں گے۔

سرسید احمد خاں کا سب سے بڑا کارنامہ اردو زبان و ادب میں وہ تحریک ہے جسے علی گڑھ کی علمی و ادبی تحریک کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ اردو نثر جو کچھ کہ آج ہے سرسید

ہی کے فیض سے ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ سرسید سے پہلے اردو نثر مقصدیت سے عاری اور تہی دامن تھی۔ سرسید کے رسالے تہذیب الاخلاق کے بارے میں مہدی افادی نے کہا تھا کہ:

”نئی نسل تمام تر تہذیب الاخلاق کی پروردہ ہے“

سرسید کا کارِ عظیم یہ ہے کہ انہوں نے اردو نثر کو مدعا نویسی کا اہل بنایا۔ چنانچہ شبلی نعمانی رقم طراز ہیں کہ ”سرسید کی انشاء پردازی کا سب سے بڑا کمال یہ ہے کہ ہر قسم کے مختلف مضامین لکھے اور جس مضمون کو لکھا ہے اس درجہ تک پہنچا دیا ہے کہ اس سے بڑھ کر لکھنا ناممکن ہے۔“

اردو زبان کی ترویج میں مولوی عبدالحق کی گراں قدر خدمات شامل ہیں۔ انہیں بابائے اردو بھی کہا جاتا ہے۔ قیام پاکستان کے وقت اردو زبان کو پاکستان کی قومی زبان قرار دلوانے میں بہت اہم کردار ادا کیا تھا۔

اردو کا ارتقاء اور شاعری:

اردو زبان کے ارتقاء اور ترقی میں اردو کے معروف شاعروں نے بہت اہم کردار سرانجام دیا ہے۔ اس سلسلہ میں عادل شاہی اور قطب شاہی دور کی شاعری کو فراموش نہیں کیا جاسکتا۔ بادشاہ خود بھی شاعری کرتے تھے اور شاعروں کی قدر دانی بھی فرماتے تھے۔ چنانچہ قلی قطب شاہ اردو کے پہلے صاحب دیوان شاعر ہونے کا اعزاز رکھتے ہیں۔ اردو غزل کا باوا آدم ولی دکنی کو کہا جاتا ہے۔ ”دلی کا دبستان شاعری“ اور ”لکھنؤ کا دبستان شاعری“ اردو شاعری میں بلند مقام رکھتے ہیں۔ دلی کے دبستان سے متعلق میر تقی میر، میر درد اور سودا بہت مشہور ہیں، جبکہ لکھنؤ کے دبستان کے حوالے سے آتش، ناسخ، انشاء، جرأت اور مصحفی کے نام بہت معروف ہیں۔ شاعری کے اس عہد زریں کے بعد غالب نے ممتاز مقام حاصل کیا۔ حالی نے سرسید کی علمی و ادبی تحریک علی گڑھ کے زیر اثر جو شاعری کی ہے۔ اپنی نوعیت کے لحاظ سے بہت منفرد ہے، لیکن حالی کی سادگی اور سلاست نے شاعری میں قدرے پھیکا پن پیدا کر دیا تھا جس کا ازالہ حسرت موہانی نے اعلیٰ غزل گوئی کی صورت میں کیا اور میر تقی میر کے خطاب

”استاد المعترف لیں“ کے بعد ”رئیس المعترف لیں“ کہلائے۔ اردو شاعری میں علامہ اقبال کا نام محتاج تعارف نہیں۔ اقبال نے اردو شاعری کو آفاقی شاعری کا درجہ دلانے میں سب سے زیادہ اہم کردار ادا کیا ہے۔ انہوں نے ایک طرف تو اپنی شاعری سے قوم کو خواب غفلت سے جگایا اور دوسری طرف اردو نظم کو عروج پر پہنچا دیا۔ اقبال کے بعد فیض احمد فیض، احمد ندیم قاسمی، ناصر کاظمی، پروین شاکر، احمد فراز اور امجد اسلام امجد کے نام بہت مقبول ہیں۔

پاکستان کی دیگر زبانیں:

اردو کے علاوہ پاکستان میں کئی دوسری علاقائی زبانیں بھی بولی جاتی ہیں جیسے پنجابی، سندھی، پشتو، بلوچی، بروہوی، سرائیکی اور کشمیری وغیرہ ان تمام زبانوں کا رسم الخط عربی ہے اور ان سب کے علمی ذخیرے میں عربی الفاظ کی بہتات ہے۔ ایک طرف تو پاکستانی زبانوں کے ساتھ عربی کا یہ رشتہ پاکستان کی مسلم اکثریت کے مابین مذہبی یکجہتی کی غمازی کرتا ہے تو دوسری طرف اس نے اردو پنجابی، سندھی، پشتو، کشمیری اور بروہوی زبانیں بولنے والوں کو پاکستانی قومیت کی مالا میں پرو رکھا ہے۔ عربی کے بعد اردو اسی انداز سے پاکستانی زبانوں پر اثر انداز ہو رہی ہے اور پاکستانی زبانوں میں قومی زبان کے الفاظ روز بروز سموتے جا رہے ہیں۔

اردو زبان کی حیثیت اور رفتار ترقی:

قیام پاکستان کے بعد سے یہ مسلسل عوامی مطالبہ رہا ہے کہ اردو کو سرکاری زبان بنایا جائے اور زندگی کے ہر شعبے میں اس کا عمل دخل تسلیم کیا جائے۔ اس سلسلے میں درپیش مشکلات دور کرنے کے لئے حکومت نے ”مقتدرہ قومی زبان“ کے نام سے ایک ادارہ قائم کیا ہے جس کا صدر دفتر اسلام آباد میں ہے۔ اردو کی ترقی کے لئے متعدد ادارے بھی قائم ہیں۔ ان میں انجمن ترقی اردو پاکستان، مجلس ترقی ادب سائنس اردو بورڈ، بزم اقبال، اقبال اکیڈمی، اردو فاؤنڈیشن، ادارہ ثقافت اسلامیہ اور حلقہ ارباب ذوق قابل ذکر ہیں۔

اردو کو سرکاری زبان کی حیثیت سے نافذ نہ کرنے کا الزام عموماً حکومت کے سر تھوپا جاتا ہے۔ مگر حقیقت حال یہ ہے کہ اس کی سب سے بڑی رکاوٹ خود اردو دان طبقہ ہے جنہوں

نے ہمیشہ اردو کی دلی اور لکھنؤ کی تراکیب اور انداز کو پاکستان میں رو بہ عمل دیکھنے کی کوشش ہے۔
قومی زبان اردو کو صحیح قومی شکل دینے کے لئے ہمیشہ اس میں اپنی علاقائی زبانوں پنجابی، سندھی،
پشتو، بلوچی، براہوی اور کشمیری کے اثرات کو بخوشی قبول کرنا ہوگا، تاکہ اردو زبان پاکستانی
ثقافت کی ترجمان بن سکے۔

اردو زبان کی بنیادی خصوصیات:

اردو کی بنیادی لسانی خصوصیات میں سب سے پہلی صوتیاتی خصوصیات ہیں اس لیے
کہ باقی زبانوں کے مقابلے میں اس کے حروف تہجی کا تعلق اصوات کی بجائے روایت سے
ہے۔ اردو کے حروف تہجی مختلف زبانوں سے مستعار ہیں اور مختلف زبانوں کے اشتراک ہی سے
تشکیل پائے ہیں اس لیے ان کی شناخت اصوات کی بجائے روایت سے ممکن ہے۔

زبان شناسی کی خصوصیات:

اردو کے مصادر عربی، فارسی، پنجابی اور دیگر بہت سی زبانوں سے ماخوذ ہیں اس
کے باوجود خود اردو زبان بے شمار نئے مصادر وضع کرنے کی صلاحیت بڑی حد تک رکھتی ہے
اردو کے قواعد، مرکب سازی، لاحقے، سابقے، فصاحت اور بلاغت دیگر زبانوں سے منفرد اور
بہتر ہے۔ اردو زبان کے معیار کے متعلق شان الحق حقی کہتے ہیں ”ابھی ہمیں اردو کے معیار
تلاش کرنے ہیں۔“

متنی خصوصیات:

اردو زبان کے حوالے سے متن کی نوعیت علمی اور ادبی، مقامی اور عالمی، عمومی اور
خصوصی ہو سکتی ہے۔

پاکستانی اردو کی خصوصیات:

قیام پاکستان کے بعد اردو زبان کو ترقی کرنے اور صحیح سانچوں میں ڈھلنے کے مواقع
میسر آئے۔ قدیم اور جدید اردو زبان اور مقامی و عالمی زبان کے اشتراک سے پاکستان میں

اردو زبان کو مزید نکھرنے کا موقع ملا۔ پاکستان کی اس اردو زبان میں ثقافتی روئے، تکرار بیان، انداز تکلم و طرز خطاب اور انگریزی کے اثرات بھی نمایاں حیثیت رکھتے ہیں۔

(۸) اردو زبان کے قومی مقاصد:

☆ اردو زبان کا سب سے پہلا مقصد قومی تشخص کو اجاگر کرنا ہے۔ اردو زبان نظریہ پاکستان کے دفاع، تحفظ، فروغ اور عملی اطلاق کا بہترین ذریعہ ہے۔ مزید برآں دو قومی نظریہ کا بنیادی ماخذ ہے۔

☆ اردو زبان ارض پاکستان کے گوشے گوشے میں بولی اور سمجھی جانے والی زبان ہے۔ اس لئے پاکستان کے تمام شہریوں کے باہمی رابطے کے لئے یہ زبان بہترین فریضہ سرانجام دیتی ہے۔

☆ پاکستان کے چاروں صوبوں کے درمیان اتفاق اور اتحاد پیدا کرنا اردو کے قومی مقاصد میں شامل ہے۔

☆ بہترین اردو ادب کی تخلیق، تحفظ اور ترویج ان مقاصد کا حصہ ہیں۔

☆ معاشی ترقی کے ذریعے افراد کی خوشحالی اردو زبان کے فروغ میں مضمر ہے۔

☆ سیاسی، مذہبی اور معاشرتی ترقی کے لئے اردو زبان پاکستان میں کلیدی فریضہ سرانجام دے رہی ہے۔

☆ اردو زبان سیکھنے کا ایک اہم مقصد یہ ہے کہ اس کے ذریعے علم کی تحصیل ہوتی ہے اور معلم میں یہ صلاحیت پیدا ہو جاتی ہے کہ وہ تصورات کی خوبصورتی کے ساتھ ساتھ تخلیقی قابلیتوں کا شرف بھی حاصل کر لیتا ہے۔ ہمارے ملک کی بیشتر کتابیں اور مضامین اردو زبان میں ہی لکھے، پڑھے جاتے ہیں۔ اس لئے اردو زبان کو عمومیت فضیلت کا درجہ رکھتی ہے۔

☆ پاکستان کی ترقی، سالمیت تہذیب و ثقافت اور روایات کے تحفظ کے لئے اردو زبان کی حیثیت بہت ممتاز ہے۔

تدریس اردو میں طریقہ ہائے تدریس اور حکمت عملی

طریقہ ہائے تدریس:

کمرہ جماعت میں معلم اور متعلم کی باہمی ربط کا انحصار تعلیم پر ہوتا ہے۔ دوران تدریس معلم نفس مضمون جس وسیلہ سے طلبہ تک پہنچاتا ہے، اسے طریقہ ہائے تدریس کہتے ہیں۔ اصطلاح میں اس سے مراد ایسے عملی اقدام ہیں جنہیں معلم سبق کی تدریس کے لیے اپناتا ہے۔ طریقہ ہائے تدریس سبق کے عمومی اور خصوصی مقاصد کے حصول کے لئے مشعل راہ کی حیثیت رکھتا ہے اور تحریری اور زبانی نفس مضمون کو بہترین انداز میں طلبہ تک پہنچانے کا ذریعہ بنتا ہے۔

عام طور پر موثر تدریس اسی تدریس کو سمجھا جاتا ہے جو طلبہ کی ذہنی دلچسپیوں سے ہم آہنگ ہو، ان کے جذبہ تجسس کو ابھارتی ہو۔ تدریس بچوں کی ذہنی سطح کے مطابق ہو اور جس میں مقاصد کی تحصیل غیر محسوس طریقہ سے کی جا رہی ہو۔ اسی لئے طریقہ تدریس کو ایک فن کہا جاتا ہے اور اسے اپنانے والا معلم ایسا فنکار ہوتا ہے جو اپنے فن کی تمام باریکیوں سے آگاہ ہو، کیونکہ اگر اس کی شخصیت ان فنکارانہ صلاحیتوں سے عاری ہے تو وہ اپنی علمیت اور فضیلت کے باوجود طلبہ کو خاطر خواہ فائدہ نہیں دے سکے گا۔ ہم قطعی طور پر یہ نہیں کہہ سکتے کہ فلاں طریقہ تدریس سب سے بہترین ہے اور اسے ہر مضمون کی تدریس کے لئے اپنانا چاہیے۔ حقیقت یہ ہے کہ نہ

صرف ہر مضمون کے لئے الگ الگ طریقہ ہائے تدریس اپنائے جاتے ہیں، بلکہ بعض اوقات ایک ہی مضمون کے مختلف اسباق کی تدریس کے لئے مختلف نوعیت کے طریقہ ہائے تدریس اپنائے جاتے ہیں۔ بنیادی طور پر تدریسی طریقوں کو دو اجزاء میں تقسیم کیا جاتا ہے۔
(الف) روایتی تدریسی طریقے (ب) جدید تدریسی طریقے

روایتی تدریسی طریقے

(i) طریق بین وگو:

طلباء کو کوئی چیز تصویر کو دیکھنے کا موقع دیکر اس کے متعلق پوچھا جاتا ہے مثلاً کبوتر ماڈل تصویر دکھا کر پوچھا جاتا ہے کہ یہ کیا ہے؟ کہاں بیٹھا ہے؟ کیا کر رہا ہے؟ اس طرح الفاظ کی پوری صورت دکھائی جاتی ہے اور تلفظ سکھایا جاتا ہے لیکن اس طریقے کے منفی اثر یہ ہیں کہ مادری زبان اردو نہ ہونے کی وجہ سے یہ غیر موزوں ہو جاتا ہے مثلاً سندھی بچہ ”چڑیا“ کے رسم الخط سے ناواقفیت کی بنا پر تلفظ کی درست ادائیگی نہیں کر سکتا۔

(ii) تحلیلی ترکیبی طریقے:

ان طریقوں میں عبارت کو جملہ، لفظ اور پھر حرف میں تحلیل کیا جاتا ہے جسے تحلیلی طریقہ کہتے ہیں اس کے بعد حرف کو لفظ، جملہ اور پھر عبارت کی صورت میں ترکیب دیا جاتا ہے۔

(iii) پستالوزی کا ابجدی طریقہ:

اس طریق تدریس کو پستالوزی نے متعارف کروایا۔ تحریری عمل کو سادہ اور آسان بنانے کے لیے حروف کو مختلف خطوط و اشکال (خط عمودی، افقی، خط مستقیم، خط منحنی، دائرہ نیم دائرہ، ربع دائرہ وغیرہ) کی صورت میں تقسیم کیا جاتا ہے۔ ان خطوط و اشکال کی مدد سے بچوں کو بورڈ، کاغذ، تختی یا زمین پر حروف بنانے کا طریقہ سکھایا جاتا ہے۔ مثلاً
(1) عمودی خط ا، م (2) افقی خط ب، پ، ت، ٹ (3) عمودی + افقی خط ک

- (4) دائرہ = ہ ہ ہ ہ ل ق ی (5) نصف دائرہ = ل ل ل ل ش (6) ربع دائرہ = و و ز ز
(7) آنکھ = ط ظ ص ض ٹ ڈ (8) دو چشمی = چھ بھ۔

(iv) طریق تفہیم و تشریح:

نظم اور نثر کو سادہ اور عام فہم بنانے کے لئے اس طریق تدریس کو موزوں اور ضروری خیال کیا جاتا ہے۔ نظم یا نثر کے تقسیم شدہ اجزاء کو روزمرہ الفاظ کی مثالوں، معانی اور تشریح کے ذریعے واضح کیا جاتا ہے اور آخر میں پورے نثر پارے یا نظم کا خلاصہ بیان کر دیا جاتا ہے۔

(v) ترجمہ کا طریقہ:

اگر بچوں کی مادری زبان غیر اردو یعنی بلوچی، سندھی، پنجابی یا سرائیکی وغیرہ ہو تو یہ طریق تدریس، بہت موثر ثابت ہوتا ہے بچے کی سابقہ واقفیت کو بروئے کار لا کر اس کی مادری زبان اور اردو کے مشابہ حروف کی مدد سے اردو کے الفاظ بنانے کی مشق کروائی جاتی ہے یہ طریق تدریس اردو کے علاوہ انگریزی کی تدریس میں بھی موثر ثابت ہو سکتا ہے۔

جدید تدریسی طریقے

(i) مسئلہ طریق تدریس:

چونکہ اس طریق تدریس میں مسائل کے حل کی طرف توجہ دی جاتی ہے۔ اس لئے سائنسی مضامین میں یہ کافی حد تک سودمند ہے۔ اردو زبان کے امور میں خاص طور پر قواعد کی تفہیم میں یہ طریقہ کافی مدد و معاون ثابت ہو سکتا ہے۔

(ii) منصوبی طریق تدریس:

”ایسی تعلیم جو زندگی سے لا تعلق ہو نہ صرف کامیاب انسان پیدا کرنے میں ناکام ہے، بلکہ خود طلبہ کے لئے بھی پھسکی اور بد مزہ رہ جاتی ہے۔“ (جان ڈیوی) مندرجہ بالا قول کی روشنی میں رٹوائی جانے والی خشک کتابوں کی بجائے ایسی تعلیم تجویز کرنی چاہیے جو زندہ مسائل (Burning Issues) سے ہم آہنگ ہو۔ اسی ہم آہنگی کی منظم کوشش کو منصوبی طریق

تدریس کہتے ہیں کسی بھی مسئلہ کے حل کے لئے با معنی عملی سرگرمی کو منصوبہ کہا جاتا ہے۔ طلبہ کے ذریعے آزادانہ قدرتی ماحول میں حل دریافت کیا جاتا ہے اور اس کی تکمیل کے لئے ساز و سامان کی ضرورت کا شعور بھی پیدا کیا جاتا ہے۔

منصوبوں کی اقسام:

منصوبے کی بنیادی طور پر دو اقسام ہیں۔
(1) انفرادی منصوبے (2) گروہی منصوبے

انفرادی منصوبہ:

انفرادی منصوبہ وہ ہے جس میں ایک طالب علم انفرادی طور پر منصوبہ کی تکمیل کرتا ہے جبکہ گروہی منصوبے میں طلبہ کے مختلف گروہ مل کر منصوبہ بناتے ہیں اور مکمل کرتے ہیں مثلاً ملی نغموں کا تذکرہ مکمل کرنا، ایک گروہ ملی نغموں کے متعلق معلومات فراہم کرتا ہے۔ دو گروہ ان معلومات کو جمع کرتا ہے۔ منصوبی طریق تدریس میں چار اقدامات پر عملدرآمد نہایت ضروری ہے۔

(i) مقصد کا تعین:

اس طریق کار پر عمل پیرا ہونے کے لئے ضروری ہے کہ سب سے پہلے مقصد تعین کر لیا جائے طلبہ کے ہاتھ میں ایسا کام دیا جائے جو ان کی ذہنی سطح کے مطابق ہو۔ ان صلاحیتیں اس کام کا احاطہ کر سکتی ہوں اور وہ کام ان کے لئے مفید اور موزوں ہو استاد کا تجربہ اور شخصیت اس مقصد کے حصول میں بنیادی اہمیت رکھتے ہیں۔

(ii) تفصیلی خاکہ بنانا:

مقصد کا تعین طے کر لینے کے بعد ضروری ہے کہ منصوبے پر عمل درآمد کے تدابیر وضع کرنی چاہئیں اور ان کو ایک جامع خاکے کی صورت میں تشکیل دیا جانا چاہیے استاد کو چاہیے کہ منصوبہ بندی کے لئے تمام تدابیر طلبہ سے لے اور اپنی بصیرت سے ان تدابیر

کی نوک پلک درست کر لے۔ مختلف سوالات کی مدد سے منصوبے کی زاویہ پیمائی کر کے دشواریوں پر قابو پانے کی راہیں سمجھائے اور دوران عمل طلبہ کو ان کی غلطیوں کا احساس نہایت شفقت سے دلائے اور آئندہ اسی غلطی سے بچنے کی تلقین کرے۔

(iii) عملی تشکیل:

منصوبے کی عملی تشکیل میں منصوبے کے مقاصد طلبہ کی نگاہ سے قطعاً اوجھل نہیں ہونے چاہئیں اور طلبہ کو ہر وقت مقاصد سے فاصلے کا شعور رہنا چاہئے۔ استاد طلبہ کے وقت کی بچت کے لئے ساز و سامان اور سہولتیں مہیا کرے، لیکن ان کے کام میں مداخلت نہ کرے، غلطیوں کے باوجود ان کی حوصلہ افزائی کرتا رہے۔

(iv) نتائج کا جائزہ:

تیار شدہ منصوبے کا جائزہ لیا جائے اور کوئی کمی یا کوتاہی نظر آئے تو منصوبہ بندی کا تجزیہ کیا جائے کہ اس میں کیا کمی رہی ہے اور اس کمی کا سبب کیا ہے اور آئندہ اس سے بچنے کی تجاویز پر غور کیا جائے۔

تدریس اردو میں منصوبے کی نوعیت

اردو کی تدریس کے لئے منصوبے کے طریق کار کی توضیح کا انحصار معلم پر ہے وہ نہایت ہی عقلمندی اور ہوشیاری سے ایسے منصوبے کی تیاری کرے جس کا تعلق زیادہ سے زیادہ زبان کی تفہیم سے ہو ایسا منصوبہ ہرگز نہ بنایا جائے جس میں طلبہ کھیل کود تک ہی محدود رہ جائیں۔ جماعت اور اس کی ضرورت کے مطابق ہی کام کروانا چاہئے۔ خط کے متعلق منصوبہ ہے تو خطوط نویسی سے لیکر خطوط کی ترسیل تک تمام پہلوؤں کو مد نظر رکھا جائے۔ اسی طرح شاہی قلعہ کی بات ہے تو اس کی سیر کا اہتمام اس انداز سے کیا جائے کہ زبان و بیان، محاورات اور الفاظ کے درست استعمال سے جملے لکھنے کی مشق ہو جائے۔ اور بچے بوقت ضرورت ”شاہی قلعہ کی سیر“ کے عنوان سے مضمون یا روداد لکھ سکیں۔

منصوبی طریق تدریس کے فوائد:

- 1- زندگی کے عملی پہلوؤں سے آگاہ ہونے کے مواقع میسر آتے ہیں۔
- 2- کتابی اور عملی تعلیم میں ہم آہنگی پیدا ہوتی ہے۔
- 3- ماحولیاتی ضروریات اور سکول کی تعلیم میں یوں مناسب پیدا ہو جاتی ہے کہ طلبہ اپنے گھر اور سکول میں حد فاصل محسوس نہیں کرتے۔
- 4- تعلیم سے اکتاہٹ اور بیزاری کی بجائے دلچسپی اور دلجمعی کے جذبات ابھرتے ہیں۔
- 5- طلباء کا جذبہ تجسس ابھرتا ہے۔
- 6- سکول سے سیکھا ہوا علم عملی زندگی میں فائدہ مند ثابت ہوتا ہے۔

منصوبی طریق تدریس کی خامیاں:

- 1- وقت بہت زیادہ ضائع ہوتا ہے۔
- 2- عملدرآمد بہت زیادہ دشواریوں کا متقاضی ہے۔
- 3- بعض اوقات طلبہ مقاصد سے غفلت برتتے ہوئے کھیل کود میں مصروف ہو جاتے ہیں۔
- 4- انفرادی اختلافات کی وجہ سے بہت سے بچے دوسرے بچوں سے قدم بقدیم نہیں چل پاتے۔
- 5- استاد طلبہ کو مطلوبہ انفرادی توجہ دینے سے قاصر رہتا ہے۔

تدریسی وحدت یا وحدانی طریقہ

اردو کی تدریس کو دیگر موضوعات کے ساتھ باہم مربوط کرنے کے لئے جو طریقہ تدریس اپنایا جاتا ہے۔ اسے تدریسی وحدت یا وحدانی طریقہ تدریس کہتے ہیں اس طریقہ تدریس میں ایک طرف تو نثر، نظم، قواعد اور انشاء وغیرہ کو باہم مربوط کیا جاتا ہے تو دوسری طرف سائنس، معاشرتی علوم، اسلامیات اور اس طرح کے دیگر مضامین کو بھی اردو تدریس

سے باہم مربوط کیا جاتا ہے۔ مثلاً اردو کا معلم مضمون ”قائد اعظم“ پڑھاتے وقت تحریک پاکستان، معاشرتی علوم، تاریخ اور دینیات کا حوالہ بھی دے سکتا ہے۔ اگرچہ تمام مضامین آپس میں مکمل طور پر مربوط نہیں ہوتے پھر بھی ان مضامین کا آپس میں گہرا تعلق ہوتا ہے اور معلم کا فرض ہے کہ وہ اردو کے ساتھ ان مضامین کے تعلق کو واضح کرے وہ شروع سال میں دیکھے کہ اردو کے نصاب میں کون سے ایسے موضوعات ہیں جن کی وہ دیگر علوم میں بھی تدریس کر سکتا ہے۔ اس طریقے سے مضامین پڑھانے کا مطالعہ زیادہ با مقصد اور زیادہ دلچسپ بن جاتا ہے۔ معلم کی شخصیت میں نکھار پیدا ہوتا ہے اور طلبہ کی بھی بہتر نشوونما ہوتی ہے۔

اردو زبان کی معاون و غیر معاون زبانیں اور تدریسی وحدت

اردو زبان چونکہ کسی ایک ماں کا دودھ پی کر جوان نہیں ہوئی بلکہ فارسی، عربی، پنجابی اور دیگر مقامی زبانوں کے اشتراک سے معرض وجود میں آئی۔ اس لئے اردو کا معلم ان زبانوں کے الفاظ کی نشاندہی کر کے طلبہ کے ذخیرہ الفاظ کو بہتر شکل دے سکتا ہے۔ دیگر زبانوں کی تدریس میں اردو کے متعلق مروجہ الفاظ کا حوالہ بھی دے سکتا ہے۔ اردو کی ان معاون زبانوں کے ساتھ ساتھ ایک بڑی اہم غیر معاون زبان انگریزی ہے۔ یہ قواعد، رسم الخط اور تلفظ کے لحاظ سے اردو زبان کی ضد ہے۔ اردو زبان سمیت تمام زبانوں کے چار لسانی مقاصد ہوتے ہیں۔

(1) سننا اور سمجھنا (2) بولنا (3) پڑھنا (4) لکھنا

اردو زبان کی تدریس میں ان چاروں مقاصد کے حصول کے لئے انگریزی زبان کو عام طور پر ایک بہت بڑی رکاوٹ سمجھا جاتا ہے، لیکن قومی زبان اور عالمی زبان کا درجہ رکھنے کے باعث طالب علم کیلئے بیک وقت دونوں زبانوں کے علم کی تحصیل اشد ضروری ہے۔ اردو زبان کا معلم اپنی انفرادی اور اجتماعی کاوشوں سے ایسا ماحول پیدا کرے کہ طلبہ کے سننے، سمجھنے اور بولنے کے لئے ایسی اردو زبان میسر آئے جس میں انگریزی کے الفاظ اور اصطلاحات کی کثرت ہو۔ تاکہ طلبہ اردو زبان اور انگریزی زبان کے تضاد سے پریشان ہونے کی بجائے بیک وقت دونوں زبانوں کے علم کی تحصیل غیر محسوس طریقہ سے کرتے جائیں۔

وحدانی طریق کی خصوصیات

- 1- بیک وقت مختلف مضامین کی تدریس ممکن ہے۔
- 2- دیگر مضامین سے اجنبیت دور ہو جاتی ہے۔
- 3- اردو اور انگریزی کا تضاد ختم کرنا کافی حد تک ممکن ہے۔
- 4- دیگر زبانوں کی اصطلاحات سے آگاہ ہونا ممکن ہے۔
- 5- تحقیقی اور تنقیدی شعور پیدا ہوتا ہے۔
- 6- جذبہ تجسس ابھرتا ہے۔
- 7- کم وقت میں زیادہ علم حاصل ہوتا ہے۔
- 8- مضامین میں باہمی ربط پیدا ہوتا ہے۔

نقاطِ قص:

- 1- معلم اور متعلم دونوں اصل موضوع سے دور ہو جاتے ہیں۔
- 2- متعلقہ موضوع سے مکمل استفادہ نہیں کیا جاسکتا۔
- 3- بعض اوقات طلباء کی ذہنی استطاعت بیک وقت زیادہ علوم کا احاطہ کرنے سے قاصر رہتی ہے۔
- 4- اردو کے کچھ خالص، پرکشش موضوعات پھیکے پڑ جاتے ہیں۔
- 5- اردو زبان کا خالص پن متاثر ہوتا ہے۔

تدریسی وحدت کے اقدامات:

تیاری (Preparation)، ترقی (Promotion)، تکمیل (Completion) اور جائزہ (Evaluation) تدریسی وحدت کے چار اقدامات ہیں۔

تیاری:

تیاری میں مجوزہ مسئلہ کا تعارف اور وضاحت کی جاتی ہے، مقاصد اور متوقع نتائج کا تعین کیا جاتا ہے۔ ضروری مواد کا خاکہ اور طریق کار وضع کیا جاتا ہے اور جائزے کا معیار مقرر کیا جاتا ہے۔

ترقی:

ایسی عملی سرگرمیاں پیش کی جاتی ہیں جس میں مطالعہ، مشاہدہ تحقیق کا اہتمام ہوتا ہے ان سرگرمیوں کے نتائج اور معلومات موزوں صورت میں ترتیب اور تشکیل دیئے جاتے ہیں۔

تمکیل:

نتائج اور حقائق کو سامنے رکھتے ہوئے عملی خدمات لی جاتی ہیں مذاکرات اور مباحثوں کا اہتمام کیا جاتا ہے۔ انفرادی اور اجتماعی سرگرمیوں کو عملی جامہ پہنایا جاتا ہے۔

جائزہ:

طلباء نتائج پر بحث کرتے ہیں اور کسی نتیجہ پر پہنچنے کے لئے استاد سے باقاعدہ مشورہ اور رہنمائی حاصل کرتے ہیں۔

بلا واسطہ طریق تدریس

معلم کمرہ جماعت میں اردو کی تدریس اردو زبان میں کرتا ہے اور ماحول خالصتاً اردو کا رکھتے ہوئے کسی دوسری زبان کا سہارا نہیں لیتا تو وہ بلا واسطہ طریق تدریس پر عمل کر رہا ہوتا ہے۔ اساتذہ کو چاہئے کہ آپس میں گفتگو کرتے وقت صرف اور صرف اردو زبان کا استعمال کریں۔ استاد کسی نثر پارے کی تشریح یا نظم کی تشریح، اصطلاحات کا مفہوم اور محاورات کی وضاحت اردو زبان میں ہی کرے۔ علاقائی اور غیر اردو مادری زبان کو یکسر نظر انداز کیا جائے۔ عام مشاہدے میں آیا ہے کہ کچھ بچے مادری زبان اردو ہونے کی وجہ سے یا ماحول کے اثر سے اردو سنتا، سمجھتا اور بولنا شروع کر دیتے ہیں اور ہم یہ سمجھتے ہیں کہ بچے نے اردو زبان میں مہارت حاصل کر لی ہے حالانکہ یہ درست نہیں کیونکہ جب تک زبان کے چارگانہ لسانی مقاصد کی تحصیل نہ کر لیں اس وقت تک زبان دانی کی مہارت کا دعویٰ ادھورا ہوتا ہے۔ بلا واسطہ طریق تدریس میں پڑھنے اور لکھنے کی باقاعدہ روایتی تدریس نہیں کروائی جاتی، لیکن زیادہ سے زیادہ مطالعہ اور پرکشش مواد کا مطالعہ (خواہ غیر نصابی ہو) سے ان مقاصد کی تحصیل ممکن ہو سکتی ہے۔

طرز تکلم کو بہتر بنانے کا ذریعہ خواندگی:

پڑھائی دو قسم کی ہوتی ہے یعنی درسی کتابوں کا پڑھنا اور غیر نصابی مواد کو پڑھنا۔ استاد اگر طلبہ کو نصابی مواد تک محدود رکھے گا تو مطلوبہ نتائج برآمد نہیں ہو سکتے اسے چاہئے کہ غیر نصابی مواد کی طرف بھی طلباء کا رجحان راغب کرے۔ درست طرز تکلم کو رواج دے اور درست تلفظ کی مشق کروائے۔

انداز نگارش کو بہتر بنانے کا ذریعہ لکھنا:

طلبہ اپنے انداز نگارش کو بہتر اور مؤثر بنانے کے لئے زیادہ سے زیادہ لکھائی کی طرف توجہ دیں لیکن اس کے لئے ضروری ہے کہ معلم جو موضوع بھی لکھنے کیلئے تجویز کرے، اس سے پہلے بذریعہ بحث خوب تیاری کروائے۔ اس کے تمام معلوماتی، تجرباتی، تصورات اور تجزیاتی، نظریاتی اور دلچسپی والے پہلوؤں کی نشاندہی کرے اور طلبہ کی سابقہ واقفیت کو بھی بروئے کار لائے۔

قدرتی طریقہ تدریس

عام مشاہدے میں آیا ہے زبردستی ٹھونے جانے والے علم سے بچے بیزاری اور اکتاہٹ کا مظاہرہ کرنے لگتے ہیں۔ ان حالات میں قدرتی طریقہ تدریس کو اپنانا زیادہ سے زیادہ مؤثر ہوتا ہے۔ اس طریق تدریس سے بچوں کو غیر محسوس طریقے سے علم دیا جاتا ہے اور بچے بغیر بیزاری اور اکتاہٹ کے اپنے تعلیمی تسلسل کو جاری رکھنے پر آمادہ نظر آتے ہیں۔

قدرتی طریقہ اور ماحول:

اس طریق تدریس کو مؤثر بنانے کے لئے ایسا ماحول مہیا کرنا ضروری ہے جو بچوں کی آمادگی سے مطابقت رکھتا ہو۔ کلاس میں بات چیت کا ماحول پیدا کیا جائے۔ بچوں کو غلط بولنے کے باوجود بار بار بولنے کا موقع دیا جائے۔ بچوں کے غلط الفاظ کی نشاندہی اور درستگی بچوں ہی سے کروائی جائے ضروری ہو تو معلم اونچی آواز میں خود بھی صحیح کروادے۔

الفاظ کی مہارت کے بعد اسی انداز سے الفاظ کی مدد سے جملہ سازی سکھائی جائے۔ گفتگو میں تمام بچوں کو شرکت کا موقع فراہم کیا جائے اس تمام کارروائی میں معلم کی حیثیت نگران اور راہنما کی ہونی چاہئے۔

قدرتی طریق تدریس کی خوبیاں:

- 1- اکٹھا ہٹ اور پیزاری کے بغیر نئی معلومات حاصل کرنا ممکن ہے۔
- 2- اسٹیج کی انچکچا ہٹ دور کرنے کے مواقع میسر آتے ہیں۔
- 3- احساسات کا بیان آسان ہو جاتا ہے۔
- 4- ذہین، فطین متوسط اور کند ذہن بچے اس طریقے سے فائدہ اٹھانے کے قابل ہو جاتے ہیں۔
- 5- انفرادی اختلافات ماحول کو رنگین اور پرکشش بناتے ہیں۔

خامیاں:

- 1- ایسا ماحول پیدا کرنا وقت طلب کام ہے۔
- 2- مطلوبہ مقاصد کا حصول مشکل ہوتا ہے۔
- 3- لکھنے کے مواقع کم میسر آتے ہیں۔
- 4- استاد انفرادی طور پر بچوں کو توجہ نہیں دے پاتے۔
- 5- کام چور بچے نظر انداز ہو جاتے ہیں۔

(قواعد کا طریق)

قواعد قاعدہ کی جمع ہے جس کے معنی ہیں اصول یا قانون۔ اصطلاح میں قواعد سے مراد وہ اصول اور قوانین ہیں جن سے صحت زبان و بیان کا حصول ممکن ہو جاتا ہے۔ قواعد کو زبان شناسی بھی کہا جاتا ہے۔ زبان میں الفاظ کا بننا، ترکیب پانا اور عمل کرنا قواعد ہی سے معلوم ہوتا ہے۔ قواعد سے نہ صرف اظہار خیال کی لفظی اور معنوی غلطیوں کا پتہ چلتا ہے، بلکہ ان کی اصلاح

بھی ممکن ہو جاتی ہے۔ یہ لسانی لغزشوں سے بچانے اور روکتے ہیں۔ قواعد کے نصاب کے متعلق اس امر کو ملحوظ خاطر رکھنا چاہئے کہ ان کی تدریس میں تفصیلات سے ابتداء کی بجائے اختصار اور جامعیت کے اصول اپنائے جائیں۔ قواعد کو تقسیم در تقسیم کر کے پڑھانے اور الجھانے کی بجائے اس کے اسباق کو یوں ترتیب دے لیا جائے۔

1۔ جملہ سازی اور اس کے اجزاء ”قواعد، زبان کی ساخت، الفاظ اقسام، ان کے باہمی

رابطہ، تراکیب اور جملوں میں ان کی ترتیب

2۔ کلمہ اور اس کی اقسام

3۔ تذکیر و تانیث اور واحد جمع

4۔ صرفی اور نحوی اصولوں کے مطابق جملوں کی تحلیل و ترکیب

مادری زبان اور قواعد:

اگر طلبہ کی مادری زبان اردو ہے تو اردو قواعد کی تدریس کے مقاصد کی حیثیت ضمنی رہ جاتی ہے۔ اس لئے کہ قواعد کا بنیادی مقصد درست لکھنا سکھانا اور پڑھنا سکھانا ہوتا ہے اور اگر طلبہ زبان کی پڑھائی، لکھائی میں پہلے ہی مہارت رکھتے ہوں تو قواعد کی تدریس انہیں الجھن، شکار کر دے گی۔ اردو کے معلم کو چاہئے کہ ایسے طلبہ کو پڑھاتے وقت قواعد کی تفصیلات میں نہ جائے، بلکہ اشارۃً قواعد کا موقع محل کے مطابق ذکر کر دینا فعال ثابت ہو سکتا ہے۔

غیر مادری زبان اور قواعد:

طلبہ کی مادری زبان اردو نہ ہونے کی صورت میں اردو زبان کے قواعد کی تدریس بہت زیادہ مؤثر ہوتی ہے۔ بچے اپنا ماضی الضمیر اور تخیل اپنی مادری زبان میں تو بیان کر سکتے ہیں، مگر اردو زبان میں اسے اپنے خیال میں ڈھالنے سے قاصر رہتے ہیں ایسی صورت میں اسم، فعل اور حرف کی درست ترتیب ہی اس کے خیال اور الفاظ میں باہمی رشتہ قائم کر سکتا ہے۔ لیکن معلم کو زبان کی تدریس میں صرف قواعد پر ہی اکتفا نہیں کر لینا چاہئے، تاکہ قواعد کی دلدل میں پھنسے نہ رہ جائیں اور شکوک و شبہات میں الجھ کر زبان کے لسانی مقاصد حقہ حاصل نہ کر پائیں۔

قواعد کی ضرورت و اہمیت:

یہ بات مسلم ہے کہ زبان قواعد کے ذریعے وجود میں نہیں آتی بلکہ زبان کے غائر مطالعہ سے ماہرین اس زبان کے اصول اور ضابطے مرتب کرتے ہیں، لیکن زبان کی درستی، غلطیوں کی اصلاح اور اس میں شستگی پیدا کرنے یا اسے برقرار رکھنے کے لئے قواعد کا جاننا اور اس پر عمل پیرا ہونا ضروری ہے کسی زبان کی معیار بندی Standardization کے لئے قواعد کا علم اور استعمال نہایت ضروری ہے۔

کسی زبان کے تاریخی، ارتقائی اور لسانی رابطوں کے تحقیقی مطالعے کے لئے قواعد کا جاننا ضروری ہے۔

کسی زبان کے الفاظ، محاورات اور اسالیب کی صحت و عدم صحت کا فیصلہ کرنے کے لئے قواعد کو منصف قرار دینا پڑتا ہے۔

مادری زبان کے علاوہ کسی بھی دوسری زبان کو پوری طرح سیکھنے اور اس کے علمی و ادبی سرمائے پر ناقدانہ تبصرہ کے لئے اس کے قواعد پر عبور حاصل کرنا لازمی ہے۔ استاد کو زبان کے قواعد کا علم ہونا چاہئے تاکہ وہ:

- (1) خود صحیح زبان استعمال کرے۔۔۔۔۔ گفتگو میں بھی تحریر میں بھی۔
- (2) طلباء کو صحیح زبان سکھائے۔
- (3) طلباء کی لسانی غلطیوں کی اصلاح کر سکے۔
- (4) زبان کے معیار سے متعلق علمی بحث میں حصہ لے۔
- (5) تدریس میں لسانی اصولوں کو استعمال کر سکے۔
- (6) زبان و ادب کی باریکیوں، معنوی گہرائیوں اور لطافتوں کا استحسان کر سکے۔

اردو قواعد:

قواعد کے کئی شعبے ہیں جن میں صرف، نحو، علم بیان اور علم بدیع وغیرہ شامل ہیں۔ اردو ادب کے اساتذہ کے لئے صرف اور نحو کے زیادہ سے زیادہ علم کی تحصیل ضروری ہے، جبکہ

علم بیان اور علم بدیع وغیرہ سے شناسائی ہوتی چاہئے اردو زبان کا ماخذ عربی اور فارسی زبانیں ہیں۔ اس لئے قواعد کی ترتیب و تفصیل بھی انہی زبانوں کے مطابق ہے۔
اردو اساتذہ کی راہنمائی کے لئے چند ضروری اصطلاحات کی تعریفیں اور مثالیں ذیل میں تحریر کی جائیں گی، لیکن یہ تعریفیں اور مثالیں طلبہ کو پڑھانے کے لئے نہیں ہیں۔

صرف:

صرف کے لفظی معنی ہیں ”بدلنا پھیر کرنا“ اصطلاح میں یہ ایسے علم کا نام ہے جس میں لفظ سے بحث کی جاتی ہے۔ لفظوں کی ساخت، اقسام اور تغیر و تبدل کا ذکر ہوتا ہے اس میں لفظ کی مختلف حالتوں پر بحث کی جاتی ہے۔ اس علم سے طالب علم الفاظ کے رشتوں سے وقف ہو جاتا ہے۔

صرف کا موضوع لفظ ہے جس کی دو اقسام ہیں۔

(الف) بامعنی الفاظ یعنی ایسی آواز جس کا تعلق کسی کے خیال، تصور، تاثر وغیرہ سے ہو تو اسے بامعنی لفظ یا قواعد کی اصطلاح میں کلمہ کہتے ہیں۔

(ب) بے معنی الفاظ یعنی ایسے الفاظ جن کا کوئی مفہوم نہ ہو اور نہ ان کی کوئی وقعت ہو بلکہ گفتگو کے تسلسل میں ایسے ہی بول دیئے جائیں مثلاً پانی دانی، کھانا وغیرہ قواعد کی زبان میں اسے مہمل کہتے ہیں۔ مختصر الفاظ میں ہم کہہ سکتے ہیں کہ ”صرف“ ایسا قاعدہ ہے جس میں اسم، فعل اور حرف اور ان کی تمام اقسام پر تفصیلی بحث کی جاتی ہے۔

نحو کی تعریف:

قواعد کا دوسرا اہم حصہ نحو ہے۔ یہ وہ علم ہے جس میں اجزائے کلام کو ترکیب دینے اور جدا جدا کرنے کا فن سکھایا جاتا ہے۔ نحو سے کلمات کے باہمی ربط کی نوعیت کا پتہ چلتا ہے۔ جس کی وجہ سے کلام غلطی سے محفوظ ہو جاتا ہے۔ صرف میں لفظ اور اس کے مختلف پہلوؤں پر بحث ہوتی ہے اس طرح نحو میں مرکب یا جملے سے بحث کی جاتی ہے۔

زبان دانی کی مہارتیں

﴿ہماری قومی زبان ہمارے قومی تشخص کو برقرار رکھنے اور اجاگر کرنے میں بنیادی کردار ادا کرتی ہیں۔ برصغیر کے دو قومی نظریہ کو تقویت اور تحریک سب سے پہلے اردو زبان نے عطا کی۔ زبان چونکہ تہذیب و تمدن اور ثقافت کا منبع و محور ہوتی ہے اس لئے قوم اور زبان کو ہم معنی تصور کرنا بھی بے جا نہ ہوگا۔ کسی قوم کے مہذب اور غیر مہذب ہونے میں زبان کا سب سے زیادہ عمل دخل ہے۔ اچھا ادب اچھی زبان ہی کا مرہون منت ہو سکتا ہے۔ اچھی زبان میں اچھا ادب تخلیق کرنے کے لئے زبان کی مہارت حاصل کرنا ضروری ہے۔ ہماری قومی زبان اردو جس قدر اچھائی کا اعلیٰ معیار رکھتی ہے۔ اسی قدر اس کی مہارت حاصل کرنا اور اس پر مکمل عبور حاصل کرنا مشکل ہے۔ اردو زبان کی مہارت حاصل کرنا اور اس پر مکمل عبور حاصل کرنا مشکل ہے۔ اردو زبان کی مہارت حاصل کرنے میں ہماری بہت سی علاقائی زبانیں، ہماری مادری زبان اور عالمی زبان سب سے زیادہ حائل ہوتی ہیں۔ اگر ہم بنظر غائر جائزہ لیں تو پنجاب کا رہنے والا طالب علم بچپن سے لیکر لڑکپن تک بیک وقت کئی زبانیں سیکھنے پر مجبور ہوتا ہے۔ اسے مادری زبان پنجابی سیکھنی پڑتی ہے۔ وہ مذہبی زبان عربی سیکھتا ہے۔ اسے قومی زبان اردو سیکھنے کی ضرورت ہے اور وہ عالمی زبان انگریزی سیکھنے پر مجبور ہوتا ہے، لیکن کمال افسوس ہے کہ ہمارے طلبہ کی لسانی مشکلات کو آج تک مسئلہ نہیں سمجھا گیا، جبکہ ہمارے طالب علم کے مقابلہ میں برطانیہ اور امریکہ وغیرہ کا طالب علم مادری، مذہبی، قومی اور عالمی زبان انگریزی رکھتا ہے اور یہ زبان وہ غیر محسوس طریقہ ہی سے سیکھ لیتا ہے، کیونکہ اس کا ماحول ہی

درحقیقت زبان کے معاملہ میں اس کا استاد ہوتا ہے اور یہ زبان سیکھنے کے لئے اسے روایتی طریقہ تعلیم اختیار نہیں کرنا پڑتا۔ ہم اگر اپنے طالب علم کے اس لسانی مسئلہ کو تسلیم کر لیں تو یقیناً ہم سوچ بچار سے اپنے طلبہ کے زبانوں کی بہتات کے بوجھ کو کم کر سکتے ہیں۔ عام مشاہدے میں آیا ہے کہ جن بچوں کو اردو بطور مادری زبان حاصل ہوتی ہے وہ بچپن ہی میں اردو سننا اور سمجھنا اور بولنا شروع کر دیتے ہیں اور لڑکپن میں دوستوں کی صحبت اور بیرون خانہ ماحول کے زیر اثر پنجابی بھی سننا، سمجھنا اور بولنا شروع کر دیتے ہیں۔ یوں وہ بیک وقت قومی اور مادری زبان غیر محسوس طریقہ سے سیکھ لیتے ہیں۔ عربی زبان اگر اسے پڑھنا بھی پڑتی ہے تو یہ اردو کی خالصتاً معاون زبان ہے۔ چونکہ اردو عربی رسم الخط میں لکھی جاتی ہے اس لیے مادری زبان اردو اختیار کرنے کی صورت میں عربی زبان رکاوٹ اور بوجھ محسوس ہونے کی بجائے اردو زبان کے سیکھنے میں مدد و معاون ثابت ہوگی۔

اردو زبان کی مہارت کی تحصیل کے سلسلہ میں مندرجہ بالا حقائق کے پیش نظر تجویز ہے کہ قومی زبان کو مادری زبان جیسی حیثیت دے دی جائے۔ اردو زبان پر مکمل عبور، دسترس اور مہارت حاصل کرنے کے لئے اردو کے چہارگانہ لسانی مقاصد کی تحصیل ضروری ہے۔ چنانچہ ابتدائی اور ثانوی مدرسوں میں اردو تدریس کے درج ذیل چار لسانی مقاصد مختص کئے گئے ہیں۔

(1) سننا اور سمجھنا سکھانا۔ (2) بولنا سکھانا۔

(3) پڑھنا سکھانا (4) لکھنا سکھانا

سننا اور سمجھنا

بچہ اپنی لسانی نشوونما کا آغاز سماعت یعنی سننے سے کرتا ہے۔ شیر خواری میں وہ آوازیں سنتا ہے اور رد عمل کے طور پر رو کر یا ہنس کر اپنی پسند اور نا پسند کا اظہار کرتا ہے۔ رفتہ رفتہ اس کی سماعت میں پختگی آتی ہے اور وہ آواز کے ساتھ ساتھ الفاظ کو بھی سننے اور سمجھنے کے قابل ہو جاتا ہے اور بات کو سمجھ کر پہلے پہل حرکات و سکنات سے رد عمل ظاہر کرتا ہے اور بعد میں بول کر۔ جو بچے سماعت سے محروم ہوتے ہیں ان کی اکثریت بولنے کی صلاحیت سے بھی محروم رہتی

ہے۔ اس لئے سماعت کو لسانی پہلوؤں میں بنیادی حیثیت حاصل ہے۔ سننے کا عمل اس وقت تک مکمل نہیں ہوتا جب تک بات کی سمجھ نہ آئے۔ ہمارے ماحول میں چونکہ پنجابی زیادہ مروج ہے اس لئے بچے کو گھر میں اور اسکول میں زیادہ سے زیادہ اردو سننے کے مواقع فراہم کئے جائیں، تاکہ وہ اردو سن کر سمجھنے کی مکمل صلاحیت حاصل کرے۔ صرف اسی صورت ہی بچہ اردو زبان کے باب میں اپنی سماعت کو پختگی دے سکتا ہے۔

اردو زبان اور کمرہ جماعت کا ماحول:

اردو زبان سننے اور سمجھنے کے سلسلہ میں استاد چار پہلوؤں سے بلا واسطہ طریقہ سے تدریس ممکن بنا سکتا ہے۔

- 1- استاد طلبہ کے ساتھ صرف اردو زبان میں گفتگو کرے تاکہ بچوں کو سننے کے لئے زیادہ سے زیادہ مواقع میسر آئیں۔
- 2- استاد دیگر اساتذہ سے بچوں کے سامنے صرف اردو میں گفتگو کرے تاکہ اساتذہ کی نئی تلی گفتگو بچوں کی سماعت کو مثبت طریقہ سے متاثر کرے۔
- 3- طلبہ کو آپس میں اردو بولنے کا پابند کیا جائے، تاکہ انہیں ایک دوسرے سے زیادہ سے زیادہ اردو کے الفاظ سننے، سمجھنے، ذخیرہ بڑھانے کا موقع میسر آئے۔
- 4- طلبہ اساتذہ سے اردو میں بات کریں اور اردو میں سوالات کریں، تاکہ انہیں اساتذہ کی شستہ اور برجستہ اردو زبان سننے کا موقع ملے۔

خوش خوانی:

خوش خوانی سے مراد ہے الفاظ کی درست تلفظ میں ادائیگی، رموز اوقاف کی پابندی، آواز کی موزونیت، لفظ کی مناسبت سے الفاظ کا اتار چڑھاؤ اور گفتگو میں شائستگی، شکستگی، کشش، جاذبیت اور حاضر جوابی۔ اردو پڑھانے والے استاد کے لیے خوش خوانی ایک لازمی امر ہے۔ استاد اگر اپنی علمیت اور فضیلت کو خوش خوانی سے منسلک کر کے تدریس کرے تو یقینی طور پر طلبہ نہ صرف استاد کو پوری توجہ سے سنیں گے بلکہ اس کی باتوں کو بھر انداز میں سمجھنے کی صلاحیت بھی حاصل کر لیں گے۔

جہاں رام ہوتا ہے میٹھی زباں سے
نہیں اس میں لگتی ہے محنت زیادہ

سماعت سے متعلق دشواریاں

آواز و انداز کی دشواریاں:

لوگوں کی آواز اور انداز تکلم ایک دوسرے سے مختلف ہوتا ہے ان کی سوچ، جذبہ اور آواز کی رفتار بھی ایک دوسرے سے مختلف ہوتی ہے اس لئے ایک سامع بیک وقت مختلف لوگوں کی دھیمی، اونچی اور تیز رفتار یا آہستہ رفتار آواز اور انداز کو سمجھنے سے قاصر رہتا ہے۔ مقرر اور سامع کا یہ اختلاف سماعت کی دشواریوں میں ایک بڑی دشواری ہے۔

سامع کا ذہنی معیار:

کبھی کبھی مقرر اور سامع کا اختلاف ذہنی معیار کی بلندی اور پستی کی صورت میں سامنے آتا ہے۔ مقررہ اعلیٰ تعلیم یافتہ ہوتا ہے اور سامع کم تعلیم یافتہ ایسی صورت میں مقرر اگر سامع کے معیار کے مطابق گفتگو نہ کرے تو اس (سامع) کے سننے اور سمجھنے کے متوقع نتائج برآمد نہ ہو سکیں گے۔

قواعد و انشاء کی دشواریاں:

اردو زبان کے قواعد و انشاء پردازی کے اصول اور اقسام بہت وضاحت طلب ہوتے ہیں۔ معلم عام طور پر قواعد کی تدریس میں استخراجی طریقہ تدریس استعمال کرتے ہیں۔ جسے سمجھنا خاص طور پر پرائمری اور ثانوی سطح کے طلبہ کے لئے بہت مشکل ہوتا ہے۔ مزید برآں بعض دفعہ مقرر بھی مؤثر ابلاغ کے طریقوں سے نا آشنا ہوتا ہے۔

مترادف اور ہم آواز الفاظ:

بعض اوقات مترادف الفاظ اور ہم آواز الفاظ طلبہ کو پریشان کر دیتے ہیں اور وہ مکمل طور پر بات سمجھنے سے قاصر رہتے ہیں۔ بعض اساتذہ کا اپنا تلفظ درست نہیں ہوتا۔ یہ انداز بھی سننے سمجھنے کی راہ میں رکاوٹ بنتا ہے۔

عملی دشواریاں:

منصوبہ بندی کے بغیر پیش کیا گیا سبق خاطر خواہ نتائج کا حامل نہیں ہوتا۔ ایسی صورتحال میں طلبہ آمادگی کے عنصر سے عاری رہتے ہیں جبکہ مؤثر تدریس کے لئے آمادگی پہلی شرط ہے۔ اس صورتحال میں سماعت کے متعلق توقعات پوری نہیں ہوتیں۔

یکسانیت:

معلم اگر مسلسل ایک ہی انداز سے اور ایک ہی طریقے سے تدریس کو جاری رکھے تو طلبہ یکسانیت کے ماحول کا شکار ہو جائیں گے۔ ایسی صورت میں وہ بیزاری اور اکتاہٹ محسوس کریں گے جو کامیاب سامع بننے کی راہ میں رکاوٹ ثابت ہوگی۔

تدارکی اقدامات:

مندرجہ بالا دشواریوں پر قابو پانے کے لئے کمرہ جماعت میں درج ذیل اقدامات کرنا ضروری ہیں۔

- (1) استاد کا لہجہ، آواز، بولنے کی رفتار اور ردھم میں موزونیت ہونی چاہئے۔
- (2) استاد کو چاہئے کہ وہ بچوں کے معیار کے مطابق لفاظی کرے۔ اپنی علمیت اور فضیلت کو جتانے کی بجائے بچوں کی ضروریات کا احساس کرے۔
- (3) قواعد و انشاء کی تدریس آسان سے مشکل کی طرف اور نامعلوم سے معلوم کی طرف یعنی استقرائی طریقوں سے کرے۔ قواعد کی وضاحت مثالوں سے کرے اور پیچیدہ انداز اختیار کرنے سے احتراز کرے۔
- (4) کلاس میں شور و غل نہ ہونے دے اور بیرونی شور سے بچت کے لئے مناسب اقدامات کرے۔
- (5) اردو ادب کی تدریس میں درست تلفظ اور الفاظ کی ادائیگی سے مناسب رکھنے والی حرکات و سکنات مؤثر کردار ادا کر سکتی ہیں۔
- (6) نظم پڑھاتے وقت طلباء سے ترنم کے ساتھ نظم پڑھنے کو کہے اور خود تحت اللفظ میں پڑھے۔

سننے اور سمجھنے کی مہارت میں بہتری کی تجاویز:

ریورز (Rivers) اور ٹیمپری کے مطابق:

”ابلاغی سرگرمیوں میں 45 فیصد وقت سننے میں صرف ہوتا

ہے، صرف 30 فیصد بولنے، 16 فیصد پڑھنے میں اور 9 فیصد

لکھنے میں صرف ہوتا ہے۔“

مذکورہ بالا بیان سے سننے اور سمجھنے کی مہارت کی اہمیت واضح ہو جاتی ہے۔ ہم اکثر اوقات اس لئے سننے اور سمجھنے میں محو ہوتے ہیں کہ ہم یا تو خود مقرر بننا چاہتے ہیں یا معلومات حاصل کرنا چاہتے ہیں، لیکن افسوس کی بات ہے کہ ہمارے تعلیمی اداروں میں طلبہ کی دلچسپیوں کو مکمل طور پر نظر انداز کر دیا جاتا ہے۔ اور سماعت کے مقاصد کو یکسر فراموش کر دیا جاتا ہے۔ سماعت کی اہمیت کو مد نظر رکھتے ہوئے اس مہارت کو درج ذیل طریقوں سے بہتر بنایا جاسکتا ہے۔

مقاصد:

- 1- پرائمری سطح پر طلباء و طالبات کی سننے اور سمجھنے کی صلاحیتوں کو فروغ دینا۔
- 2- سن کر سمجھنے کی عادات کو پختہ کرنا۔
- 3- سننے کی صلاحیت کو پروان چڑھا کر دیگر لسانی مقاصد کی راہ ہموار کرنا۔
- 4- خود اعتمادی پیدا کرنا۔
- 5- جسمانی و حرکاتی مہارتوں کو فروغ دینا۔
- 6- متعلقہ اسباق میں دلچسپی پیدا کرنا۔

ہدایات برائے اساتذہ:

- 1- استاد بوقت ضرورت طلبہ کے رد عمل کا جائزہ لے کر انہیں راہنمائی فراہم کرے۔
- 2- استاد مختصر گفتگو کے ذریعہ طلبہ کی توجہ حاصل کرے۔
- 3- گفتگو کو دلچسپ بنایا جائے۔
- 4- ایسی سرگرمیاں اختیار کرے جو طلبہ کی دلچسپی کی حامل ہوں۔
- 5- سننے کے ساتھ بولنے کی عادات پیدا کرے۔

بولنا سکھانا

بولنے کی مہارت:

بولنے کا مطلب ہے اپنی زبان سے پیغام پہنچانا۔ جب ہم بولتے ہیں تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ ہم اپنے خیالات کا اظہار کرنا چاہتے ہیں اور اپنی خواہشات کی تکمیل اور سماجی تعلقات کو بہتر بنانا چاہتے ہیں۔ اس مہارت کو گفتگو کی مہارت اور ابلاغی مہارت بھی کہا جاتا ہے۔ عام طور پر ہمارے سکولوں میں اس مہارت کو نظر انداز کیا جاتا ہے یہی وجہ ہے کہ اردو زبان کے معاملے میں اکثر طلبہ اردو الفاظ کی صحیح ادائیگی نہیں کر پاتے یوں ان کے جذبات، خیالات اور احساسات کی ترجمانی ادھوری رہ جاتی ہے۔ وہ جھجک اور شرم محسوس کرتے ہیں اور غلطی کرنے کے خوف میں مبتلا رہتے ہیں۔ اس کا ایک سبب جماعتوں میں طلبہ کی تعداد کی زیادتی ہے جس کی وجہ سے طلبہ کی اکثریت کو بولنے کے مواقع میسر نہیں آتے۔ بولنے کی صلاحیت اور مہارت کو بہتر بنانے کے لئے مسلسل مشق کی ضرورت ہے بولنے کی مشق عام طور پر جوڑے اور گروپ کی شکل میں کروائی جاتی ہے۔

بولنے کی سرگرمیوں کی چار اقسام:

ماہرین زبان نے بولنے کی مہارت کی چار اقسام وضع کی ہیں جو درج ذیل ہیں:

(1) خاکے کی مدد سے زبان دانی کی سرگرمیاں:

ان سرگرمیوں میں استاد طلبہ کو ایک مخصوص خاکہ فراہم کرتا ہے اور طلبہ سے اس کی بار بار دہرائی کی مشق کروائی جاتی ہے۔ اس قسم کی سرگرمیوں کے لئے مشق ایک اچھی مثال ہے۔

(2) کارکردگی کی سرگرمیاں:

ان سرگرمیوں میں طلبہ پہلے اپنے آپ کو تیار کرتے ہیں پھر کسی ایک گروپ تک اپنا پیغام پہنچاتے ہیں۔ طلبہ کا تقریر کرنا ایسی سرگرمی کے لئے ایک بہترین مثال ہیں۔

(3) شراکتی سرگرمیاں:

ان سرگرمیوں میں قدرتی ماحول میں تیار کی گئی کسی ایک ابلاغی سرگرمی میں حصہ لیں۔ ان سرگرمیوں میں سب سے زیادہ عام استعمال میں آنے والی سرگرمی کسی مجوزہ موضوع پر بحث ہے۔

(4) مشاہداتی سرگرمیاں:

ان سرگرمیوں میں ایک طالب علم کچھ چیزوں کا مطالعہ کرتا ہے اور اس کی ایک جامع تلخیص نگاری کرتا ہے اور کلاس کے سامنے اس کی پیش کش کرتا ہے۔

مقاصد:

- 1- زبان پر پوری قدرت حاصل کرنا۔
- 2- الفاظ کا سمجھنا اور انہیں صحیح تلفظ سے بولنا۔
- 3- ابلاغی مہارت پیدا کرنا۔
- 4- طلبہ میں اعتماد پیدا کرنا / خود اعتمادی کا حصول
- 5- بے جا جھجک اور ہچکچاہٹ دور کرنا۔

ہدایات برائے اساتذہ:

- 1- دوران تدریس بول چال اور گفتگو میں دلچسپی اور سرگرمی دکھانا۔
- 2- طلبہ کو زیادہ سے زیادہ بولنے کے مواقع فراہم کرے۔
- 3- محبت اور بے تکلفی کا ماحول پیدا کرے۔
- 4- غلط تلفظ کی اصلاح اس انداز سے کرے کہ طلبہ کی حوصلہ شکنی نہ ہو۔
- 5- اندرون سکول اور بیرون سکول طلبہ کی رفاقت اور میل جول کے دوران اردو تلفظ قائم کرے۔

چند عام مستعمل سرگرمیاں:

مندرجہ بالا چار مخصوص اقسام کی سرگرمیوں کے ساتھ ساتھ بہت سی ایسی سرگرمیاں ہیں جو طلبہ کے بولنے کی مہارت کو بہتر بنانے کے لئے استعمال ہوتی ہیں۔ ان سرگرمیوں میں عام استعمال کی جانے والی چند سرگرمیاں درج ذیل ہیں:

(1) مشق:

طلبہ کو بار بار ہدائی کے لئے ایک مخصوص موضوع دے دیا جاتا ہے اس کی مشق عام طور پر باضابطہ ہوتی یہ خالصتاً تخلیقی نہیں ہوتی بلکہ نقل شدہ ہوتی ہے۔ تاہم طلبہ کے بولنے کے لئے ایک بہترین ذریعہ ہے طلبہ اس کی مشق کے لئے عام انداز تکلم اور عام سوال و جواب کر سکتے ہیں۔

(2) مکالمہ:

مکالمے کا مطلب ہے دو یا اس سے زائد افراد کے درمیان باہمی گفتگو، طلبہ کو آپس میں تعارفی گفتگو کرنے کے لئے کہا جاسکتا ہے۔ انہیں ایک دوسرے سے سوالات کرنے اور اپنی پسند اور ناپسند کے متعلق گفتگو کرنے کے لئے بھی کہا جاسکتا ہے۔

(3) ادائیگی یا اداکاری:

یہ بھی مکالمے ہی کی ایک شکل ہے۔ اس قسم کی سرگرمی میں طلبہ سے مختلف اشخاص کے کردار کی ادائیگی کے لئے کہا جاتا ہے اور مختلف کرداروں کے انداز تکلم کی اداکاری کرنے کے لئے کہا جاتا ہے۔ مثال کے طور پر ایک طالب علم سے ایک دکان دار کی ایکٹنگ اور دوسرے سے ایک گاہک کی ایکٹنگ کرنے کے لئے کہا جاسکتا ہے اور ان کے درمیان خریداری کے متعلق گفتگو تجویز ہو سکتی ہے۔ اس سرگرمی سے طلبہ میں زندگی کے حقائق کے متعلق گفتگو کرنے کی حوصلہ افزائی ہوتی ہے۔

(پڑھنا سکھانا)

زبان دانی کی مہارتوں میں ”پڑھنا“ تیسری اور اہم مہارت ہے۔ پڑھنا کی وضاحت ان الفاظ میں کی جاسکتی ہے۔ ”لکھے ہوئے الفاظ کو دیکھ کر بات کا مفہوم سمجھنا پڑھنا کہلاتا ہے۔“ تفریح حاصل کرنا اور معلومات حاصل کرنا اس مہارت کے دو اہم مقاصد ہیں۔ پڑھنا حروف و الفاظ کی پہچان اور تفہیم کا نام ہے، جبکہ بڑے درجوں میں تفہیم ہی سب سے اہم عنصر ہوتا ہے۔

پڑھنے کے بنیادی طریقے

پڑھنے کے بنیادی طور پر دو معروف طریقے ہیں جو عام طور پر مستعمل ہیں۔

(1) زبانی پڑھنا:

کچھ ماہرین کی رائے کے مطابق رٹا ہوا سبق سنانا دراصل زبانی پڑھنا ہوتا ہے، کیونکہ رٹی ہوئی بات بول چال کے زمرے میں نہیں آتی۔ اس طرح کے رٹے ہوئے سبق کا زبانی پڑھنا اس حقیقت کا غماز ہوتا ہے کہ طالب علم کو مفہوم کی سمجھ بوجھ نہیں ہے۔ پہلی کلاس کے بچے درود قاعدہ زبانی پڑھ کر سنا دیتے ہیں، لیکن جب ان سے الفاظ پر انگلی رکھ کر نشاندہی کرنے کو کہا جاتا ہے تو بچہ اس فعل میں ناکام رہتا ہے۔ اس لئے تمام تدریسی ماہرین رٹنے کے عمل کی حوصلہ شکنی کرتے ہیں۔

(2) دیکھ کر پڑھنا:

پڑھنے کی یہ اصطلاح بہت عام ہے۔ طلبہ پڑھ کر ہی نفس مضمون تک رسائی حاصل کرتے ہیں۔ سبق کی تفہیم کرتے ہیں اور مرکزی خیال سے آشنا ہوتے ہیں لکھا ہوا پڑھنا اور پڑھا ہوا لکھنا دراصل دونوں عوامل لازم و ملزوم ہیں۔ بچہ جب تک پڑھنے کے فن سے واقفیت حاصل نہیں کر لیتا اس وقت تک وہ لکھنا نہیں سیکھ سکتا اگرچہ بلحاظ ترتیب لکھنا آخری مہارت ہے پھر بھی پڑھنا لکھنا کا ہی مرہون منت ہے۔

(3) بولنا، پڑھنا، لکھنا:

جس طرح پڑھنے کا تعلق لکھنے سے بہت زیادہ ہے اسی طرح پڑھنے کا تعلق بولنے سے بہت زیادہ ہے کیونکہ بچے غیر روایتی اور روایتی طریقوں سے جو کچھ بھی بولنا سیکھ چکے ہوتے ہیں۔ پڑھنے کے عمل میں وہی بولنا ان کو پڑھائی میں تحریک دیتا ہے اور حوصلہ افزائی کرتا ہے۔ کیونکہ پڑھتے وقت ان کے ذہن میں یہ احساس نمایاں ہوتا ہے کہ جو کچھ ہم پڑھ رہے ہیں یہ الفاظ اس سے پہلے ہم اپنی عام بول چال میں استعمال کر چکے ہیں۔ اگر ہم پڑھنا کو بولنا اور لکھنا دونوں سے وابستہ کرتے ہیں تو اس لحاظ سے پڑھنا لکھنے کو بھی تحریک دے رہا ہوتا ہے۔ اور بولنے کے عمل کو بھی۔ صاف شستہ اور عیوب سے پاک بناتا ہے اور سب سے بڑھ کر زیادہ سے زیادہ مطالعہ کی تحریک پیدا کرتا ہے اس طرح طلبہ مذہبی ثقافتی، تاریخی، علمی اور ادبی سرمائے سے استفادہ کرنے کی صلاحیت حاصل کر لیتے ہیں۔ مسلسل مطالعہ ان کی بول چال اور تقریر و تحریر کو بہتر بنا دیتا ہے۔

زبانی مشق اور اس کا مقصد:

ہمارے مکاتب میں عام طور پر اردو پڑھنے پر زور دیا جاتا ہے جبکہ اردو بولنے کو نظر انداز کر دیا جاتا ہے۔ اساتذہ کی اکثریت زبانی سبق پڑھانے کے طریقے سے نا آشنا ہے جدید ماہرین لسانیات اس بات سے متفق ہیں کہ ایک زبان کی تدریس کا آغاز زبانی پیش کش سے ہونا چاہئے۔ زبانی سبق زبان دانی کی دیگر مہارتوں کو ترقی دینے میں بہت زیادہ معاونت کرتی ہے۔ ایک زبانی سبق دو مقاصد کو مد نظر رکھ کر پیش کرنا چاہئے۔ پہلا مقصد یہ کہ مشق کے بعد طلبہ کو بلحاظ قواعد صحیح جملہ سازی کا فن آ جائے اور دوسرا مقصد یہ کہ طلبہ بغیر ہچکچاہٹ کے روانی سے اردو بولنے کی قابلیت حاصل کر لیں۔

ڈان برائن کے مطابق:

”بولنے کی مہارت ایسی صلاحیت کا نام ہے جس میں ایک شخص ذہانت سے، موزونیت سے، درست ادائیگی سے اور بلا ہچکچاہٹ اظہار خیال کر سکے۔“

اس گفتگو کا ماحصل یہ ہے کہ کمرہ جماعت میں زبانی سبق تین مراحل پر مشتمل ہوتا ہے۔

زبانی سبق کی پیش کش کے تین مدارج:

(1) پیش کش کا مرحلہ:

یہ باضابطہ مشقی مرحلہ کہلاتا ہے۔ اس مرحلے پر استاد سرگرمی کو ضبط میں رکھتا ہے۔ وہ مہارت سے گفتگو کرتا ہے۔ اس موقع پر استاد چست ہوتا ہے اور بہت زیادہ باتیں کرتا ہے جبکہ طالب علم سست ہے وہ صرف سنتا ہے اور نقل کرتا ہے یہ وہ مرحلہ ہے جہاں طالب علموں کو نئے عوامل کی بہت زیادہ مشق کروائی جاتی ہے۔ طالب علموں سے کہا جاتا ہے کہ کسی چیز کی بناوٹ اور استعمال ذہن نشین کرے۔ مثال کے طور پر استاد استفہامیہ سوالات سکھانا چاہتا ہے مثلاً کیا، کہاں، کب، کیوں۔ مقاصد بنانے کے بعد استخراج کرنا ہے۔ وہ تختہ سیاہ پر لکھے گا۔ تمہارا نام کیا ہے؟ کہاں سے آتے ہو؟ کیا کرتے ہو؟ طلبہ ایک زنجیر کی صورت میں ایک وقت ایک عمل دہرائیں گے۔ ایک طالب علم دوسرے سے کہے گا۔ میں سلمیٰ ہوں تمہارا نام کیا ہے؟ دوسرا تیسرے سے پوچھے گا؟ اس طرح اس مشق میں طالب علم صرف نقل کریں گے۔ استاد کے بتائے ہوئے ایک نمونے کے جملہ کو دہرائیں گے۔

(2) مشق کا مرحلہ:

اس مرحلے کو رہنمائی کا مرحلہ کہتے ہیں اس مرحلے پر استاد اور طلبہ دونوں چستی کا مظاہرہ کرتے ہیں۔ استاد رہنمائی فراہم کرتا ہے اور طلبہ اس کی پیروی کرتے ہیں۔ استاد پس منظر میں رہتے ہوئے طلبہ کو بولنے کی تحریک دیتا ہے۔ اس کی کوشش ہوتی ہے کہ طلبہ گفتگو میں شریک ہوں طلبہ کے پاس اپنے ذاتی خیالات کے اظہار کا موقع ہوتا ہے۔ طلبہ ان مجوزہ الفاظ کی مدد سے ان سوالوں کے جواب زبانی طور پر دیتے ہیں۔ مثال کے طور پر الفاظ ہیں: شام، لاہور، حکیم، ہسپتال۔

سوالات	جوابات
(1) تمہارا نام کیا ہے؟	میرا نام شامکہ ہے۔
(2) تم کہاں سے آئی ہو؟	میں لاہور سے آئی ہوں۔
(3) تم کیا کرتی ہو؟	میں حکیم ہوں۔
(4) تم کہاں کام کرتی ہو؟	میں ہسپتال میں ملازمت کرتی ہوں۔

یہ مشق طلبہ کے لئے ہچکچاہٹ کے خاتمے کا سبب بنتی ہے اور یہ حقیقی زندگی میں استعمال ہونے والی زبان پر دسترس حاصل کر لیتے ہیں۔

(3) تخلیقی / عملی مرحلہ:

یہ آزادانہ مشق کا مرحلہ کہلاتا ہے۔ اس مرحلہ پر استاد خاموش رہتا ہے۔ طلبہ کو آزادی سے ان کی پسند کے مطابق اظہار خیال کا موقع دیا جاتا ہے۔ وہ اپنا مافی الضمیر بیان کرتے ہیں اور مختلف النوع ردِ عمل ظاہر کرتے ہیں۔ استاد خاموشی سے بیٹھتا اور سنتا ہے۔ یہ کہا جاسکتا ہے کہ اس مرحلے پر طلبہ بولنا سیکھنے کے دو مقاصد درست ادائیگی اور روانی کی تحصیل کر چکے ہیں۔ اس مرحلے کے بعد وہ حقیقی زندگی میں درست ادائیگی کے ساتھ روانی سے اردو بولنے کے قابل ہو جاتے ہیں۔ ایک آسان آزادانہ مشق دو طلبہ کے جوڑے کی شکل میں کروائی جاسکتی ہے۔ استاد طلبہ سے کہہ سکتا ہے کہ وہ کلاس کے سامنے ایک دوسرے کا انٹرویو لیں۔ یہ سرگرمی درج ذیل انداز سے پیش کی جاسکتی ہے۔

پہلا طالب علم :	آپ کا کیا نام ہے؟
دوسرا طالب علم :	میرا نام خالد ہے۔
پہلا طالب علم :	آپ کیا کرتے ہیں؟
دوسرا طالب علم :	میں پڑھتا ہوں۔

درست پڑھنے کے عمل میں دشواریوں کے اسباب:

- (1) بچوں کی مادری زبان اور اردو زبان میں اختلاف کی وجہ سے بچے درست تلفظ سے اردو پڑھنے میں ناکام رہتے ہیں۔ انفرادی طور پر عدم توجہ کی وجہ سے ان کا پڑھنے کا انداز اور لہجہ درست نہیں ہوتا۔
- (2) گھر کا ماحول معاشی مسائل اور افراد خانہ کی تعلیم سے عدم دلچسپی پڑھنے کے عمل کو تحریک نہیں دیتی۔
- (3) والدین کا روبار، نوکری یا دیگر وجوہ کی بناء پر اپنی رہائش تبدیل کرتے رہتے ہیں، جس کی وجہ سے بچے بھی بار بار سکول تبدیل کرتے ہیں اسکولوں کی یہ بار بار تبدیلی بچوں کی پڑھنے کی صلاحیت کو بہتر نہیں ہونے دیتی۔
- (4) بچوں کی گھریلو مصروفیات اور غربت کی وجہ سے پارٹ ٹائم مزدوری انہیں پڑھنے کا مناسب ماحول فراہم نہیں ہونے دیتی۔
- (5) بچوں کی جسمانی کمزوری، بصارت کی کمزوری یا کوئی اور بیماری ان کی پڑھنے کی مہارت حاصل کرنے کے بارے میں رکاوٹ کا باعث بنتی ہے۔
- (6) اسکول سے اکثر غیر حاضری پڑھنے کی صلاحیت کو نقصان پہنچاتی ہے۔
- (7) کھیل کود، فلم، ڈرامہ، ویڈیو گیمز وغیرہ بچے کا وقت ضائع کر دیتے ہیں۔ وقت کا یہ ضیاع ان کی پڑھائی کے عمل میں حائل ہوتا ہے۔
- (8) بچوں کی ذہنی سطح سے مطابقت نہ رکھنے والے اسباب بھی ان کی پڑھنے کی صلاحیت کو نقصان پہنچاتے ہیں۔
- (9) اردو زبان کے معاملے میں قواعد کی پیچیدگی اور صرف و نحو کے اصولوں کی بھرمار پڑھنا سکھانے کے عمل میں رکاوٹ کا باعث بنتی ہے۔
- (10) سزا کے خوف کی وجہ سے بچے پڑھنے کی بجائے رٹنے کی طرف راغب ہو جاتے ہیں۔
- (11) ماحول کی یکسانیت اور بے جا پابندی بچوں کی صلاحیت کو نقصان پہنچاتی ہے۔

(12) کمزور حافظہ، شرمیلا پن، احساس کمتری اور عدم اعتماد پڑھنے کی مہارت حاصل کرنے میں رکاوٹ ہیں۔

پڑھنا سکھانے کی مہارت کی بہتری کیلئے تجاویز:

مذکورہ بالا مشکلات اور اسباب کو دور کرنے، بچوں کی قرأت کو درست کرنے اور پڑھنے کی مہارت کو بہتر بنانے کے لئے کچھ تجاویز درج ذیل ہیں:

(1) بچوں کو پڑھنے کے لئے سکول کمرہ جماعت اور گھر میں بہترین ماحول دیا جائے۔

(2) بچوں کی جسمانی اعصابی اور بصارت کی کمزوریوں کو دور کیا جائے اور ان کی دشواری کو مد نظر رکھ کر سہولتیں (علاج اور تدریس) فراہم کی جائیں۔

(3) بچوں کی غیر حاضری کا سد باب کیا جائے۔

(4) ایسے مضامین پڑھائے جائیں جو ان کی دلچسپی کے حامل ہوں۔

(5) معاشی طور پر کمزور بچوں کو بہبود فنڈ میں سے کتابوں، کاپیوں، یونیفارم اور دیگر اخراجات کے لئے رقم فراہم کی جائے۔

(6) انہیں جو کچھ پڑھایا اس کی بار بار مشق کروائی جائے۔ ان کی پڑھائی کو ان کی صلاحات و معلومات سے مربوط کیا جائے۔

(7) جسمانی سزا کی حوصلہ شکنی کی جائے۔

(8) بچوں کو ترکیبی اور تحلیلی دونوں طریقوں سے پڑھایا جائے، ترکیبی طریقے میں انہیں

اعراب کا تصور دیا جائے۔ حروف کی پہچان کروائی جائے۔ حروف پر اعراب

مدد سے دو حرفی، سہ حرفی، چہار حرفی الفاظ بتدریج پڑھائے جائیں۔ ان الفاظ

دوسرے الفاظ سے تعلق واضح کیا جائے۔ اس طرح جملہ فہمی اور جملوں کی مدد

عبارت فہمی کا تصور دیا جائے۔ اسی طرح تحلیلی طریقہ سے بچوں کو کوئی عبارت

کہانی پڑھنے کے لئے دی جائے۔ اس کہانی کے جملے الگ کر کے پڑھنے کے

دیئے جائیں۔ ان جملوں کو الفاظ میں تحلیل کر دیا جائے اور وہ الفاظ پڑھنے

لئے دیئے جائیں اور آخر میں ان الفاظ کو حروف میں تحلیل کر دیا جائے۔

ترکیبی طریقے کا امتزاج بچوں کی پڑھنے کی صلاحیتوں کو نکھرنے کی طرف راغب کرتا ہے۔

(9) بچوں کی استحقاقی قوت کو نکھارا جائے، تاکہ وہ نثری اور شعری ادب کو نہ صرف دلچسپی سے پڑھیں بلکہ تنقیدی شعور بھی حاصل کر لیں۔

(10) درسی کتاب کے ساتھ ساتھ اخبار و رسالے اور چارٹس وغیرہ بھی پڑھنے کی صلاحیت کو بہتر بنانے میں معاون ثابت ہوتے ہیں۔

(11) بچوں کو لغات استعمال کرنے کے فن سے آگاہ کیا جائے، تاکہ پڑھنے میں جو دشواری پیش آئے وہ متعلقہ لفظ کا تلفظ، قسم اور مفہوم سے آشنا ہو سکے۔

پڑھنے کی مہارت کے عناصر:

(1) درست تلفظ:

تلفظ کی صحیح ادائیگی اعراب کی مدد سے ہی ممکن ہے۔

(2) لفظوں کی ادائیگی:

بچے سبق پڑھتے وقت ہر لفظ کو مکمل طور پر پڑھیں اور الفاظ

اسب وقفہ کریں، تاکہ بات کا مفہوم سمجھ سکیں۔

(3) مسلسل:

الفاظ کو پڑھنے میں توقف موزوں ہونا چاہئے۔ بلا جواز وقفہ لے کر پڑھنے میں

وٹ کا باعث بنتا ہے۔ اس لئے موزوں اوقاف کا درست استعمال اوقاف اور مسلسل کو موزونیت

تا ہے۔

(4) لفظ اور آواز میں مناسبت:

عبارت پڑھتے وقت الفاظ کی مناسبت سے آواز کا اتار چڑھاؤ مفہوم کی وضاحت

ماددگار ثابت ہوتا ہے۔

(5) حل شد:

پڑھاتے وقت استاد مشکل الفاظ کے معانی بیان کرے، تاکہ پڑھتے وقت دشواری محسوس نہ کریں۔

(6) بلند اور آہستہ آواز میں پڑھنا:

ضرورت کے مطابق بچوں کو بلند یا آہستہ آواز سے پڑھنے کا کہا جائے، لیکن پڑھتے بچے کی جگہ پر غور کرنا ضروری ہے۔ عام طور پر چھوٹی کلاس کے بچے کو با آواز پڑھنا کہنا جاتا ہے اور بڑی کلاس کے بچے کو خاموش مطالعہ کا کہا جاتا ہے۔

(7) آزادانہ ماحول:

پڑھتے وقت بچوں پر کوئی خوف، پریشانی، بوجھ یا الجھن نہیں ہونی چاہئے۔

مطالعہ کی اقسام بلحاظ مقاصد

(1) سرسری مطالعہ:

اس کا مطلب ہے کہ مخصوص نکات ڈھونڈنے کے لئے تیزی تیزی سے مطالعہ عام طور پر سبق کے اہم نکات تلاش کرنے کے لئے سرسری مطالعہ کیا جاتا ہے یا کم وقت زیادہ کام کی باتیں ڈھونڈنے کے لئے چلتے چلتے اخبار یا رسالہ پڑھنے کے لئے سفر کے تھکاوٹ دور کرنے کے لئے اور دوسری گائیڈ بک سے کچھ مدد لینے کے لئے سرسری مطالعہ کیا جاتا ہے۔ کتاب یا نوٹس وغیرہ کی چھوٹی بڑی سرخیوں کا مطالعہ بھی اسی میں آتا ہے۔

(2) اخذی مطالعہ:

اخذی مطالعہ سے مراد ہے کہ مخصوص معلومات کی تحصیل کے لئے تیز تیز مطالعہ عام طور پر کتاب یا اس کا سبق، اخبار، رسالہ، گائیڈ بک اور ڈکشنری وغیرہ کا اہم چیزیں مطالعہ اس لئے کر رہے ہوتے ہیں کہ اس میں سے اہم مجوزہ اور متوقع معلومات حاصل کی جاتی ہیں۔

(3) گہرا مطالعہ:

اس قسم کے مطالعہ میں مواد کی مقدار کم ہوتی ہے لیکن یہ مواد آہستہ آہستہ اور گہری نظر سے پڑھا جاتا ہے۔ عام طور پر ادب پارے، افسانے، انشائیے، شاعری وغیرہ گہرے مطالعہ کی ذیل میں آتے ہیں۔ ہدایات، درخواست فارم اور امتحان میں سوالیہ پرچہ جات بھی اسی مد میں آتے ہیں۔

(4) آزاد مطالعہ:

اس قسم کے مطالعہ میں مواد کی مقدار کافی زیادہ ہوتی ہے۔ ایسا مطالعہ تفریح طبع کے لئے کیا جاتا ہے۔ یہ مطالعہ کمرہ جماعت سے باہر کھلی فضا میں، لائبریری میں یا گھر میں آزادی اور خوش مزاجی سے کیا جاتا ہے۔ اس کا تعلق زیادہ تر نصابی کتب کی بجائے دیگر علمی، ادبی اور تاریخی کتابوں سے ہوتا ہے۔ مثال کے طور پر ناول پڑھنا، مثنوی پڑھنا وغیرہ۔

مقاصد:

- 1- پڑھنے کی مہارت کو پختہ بنانا۔
- 2- مطالعہ کی عادت کو تقویت دینا۔
- 3- زبانی اور دیکھ کر پڑھنے کو تحریک دینا۔
- 4- خود اعتمادی پیدا کرنا۔
- 5- ذخیرہ الفاظ میں اضافہ
- 6- تنقیدی سوچ / تخلیقی سوچ کو ابھارنا۔
- 7- امتحان پیدا کرنے۔
- 8- تجزیہ کرنا۔

ہدایات برائے اساتذہ:

- 1- عملی سرگرمیوں میں بطور سپروائزر اپنا کردار ادا کرے۔
- 2- طلبہ میں درسی کتب کے علاوہ موزوں کتابوں کے مطالعہ کا شوق ابھارے۔

- 3- لغت کا استعمال طلبہ سے کروائے۔
- 4- کلاس میں رسائل، چارٹ، اخبار جیسے دیگر وسائل سے استفادہ کرنا۔
- 5- مختلف لائبریریوں سے استفادہ کی تحریک دی جائے۔

پڑھنا سکھانے کی سرگرمیاں:

- (1) بچوں کو پڑھنے کے لئے ایک عبارت دی جائے اور اس عبارت میں سے کچھ سوالوں کے جواب تلاش کرنے کے لئے کہا جائے
- (2) تدریس گرائمر بذریعہ تدریسی مواد پڑھنا سکھانے کی ایک بہترین سرگرمی ہے۔ ایک پیرا گراف تجویز کیا جائے اس پیرا گراف میں سے اسم، فعل، حرف وغیرہ تلاش کرنے کو کہا جائے۔
- (3) کلاس روم میں بچوں کے دو گروپ بنا کر ترنم کے ساتھ نظم پڑھنے کا مقابلہ کروایا جائے مثال کے طور پر علامہ اقبال کی دعا کا پہلا شعر ایک گروپ ترنم کے ساتھ پڑھے دوسرا شعر دوسرا گروپ ترنم کے ساتھ پڑھے اور اسی طرح بتدریج پوری نظم ترنم کے ساتھ پڑھی جائے۔

(تنظیم اسباق)

(سبقی اشارات)

اسباق کی تیاری:

1- تدریس ایک پیچیدہ فن ہے جس کے تقاضے محض کسی بات کو بیان کر دینے یا کچھ عبارتوں کی خواندگی کر دینے سے پورے نہیں ہوتے۔ بلکہ تدریس کے ذریعے طلبہ کو معلومات بہم پہنچانے کے علاوہ ان کی ذہنی نشوونما کرنا اور ان کے رویوں میں عملی اور صحت مند تبدیلی لانا بھی مقصود ہے۔ اس لیے سبق کی تیاری ضروری ہے۔

2- طلبہ ذہانت اور رجحانات کے اعتبار سے ایک دوسرے سے مختلف ہوتے ہیں لہذا ان طلبہ کو پیش نظر رکھتے ہوئے تدریسی مواد کا بغور جائزہ لینا اور کمرہ جماعت میں ذاتی، امتزاجی اور عملی طریق کار کا تعین نہایت ضروری ہے۔

3- تدریس اردو کے مقاصد میں صرف کتاب خوانی کی مہارت ہی شامل نہیں بلکہ تحصیل زبان کے باقی پہلو بھی ہیں جن میں سننا، بولنا، پڑھنا، لکھنا، مطالعہ، قرأت، انشاء، تحقیق، مذاکرہ، مباحثہ وغیرہ سب شامل ہیں۔ ان سب مقاصد کو حاصل کرنے کے لیے تدریس کی باقاعدہ منصوبہ بندی ضروری ہے۔

4- اسباق کی تیاری سے معلم متعلقہ ذرائع اور معاونات سے آگاہ ہوتا ہے اور اسے تدریسی عمل میں کسی رکاوٹ کا سامنا نہیں کرنا پڑتا اور چونکہ معاونات کا استعمال ہوتا ہے۔ اس لیے بچے سبق میں دلچسپی لیتے ہیں اور آموزش بہتر ہوتی ہے۔

سبق کی تیاری کے فوائد:

- 1- سبق تیار کر لینے سے اعتماد کی فضا قائم ہوتی ہے۔
- 2- استاد طلبہ کے سامنے اپنی بات پورے وثوق اور اعتماد سے پیش کر سکتا ہے۔
- 3- سبق کی نوعیت کے لحاظ سے موزوں ترین طریقہ تدریس اختیار کیا جاتا ہے۔
- 4- طلبہ کی سبق میں دلچسپی بڑھتی ہے۔
- 5- وقت اور دستیاب وسائل کا بہتر استعمال ہوتا ہے۔
- 6- استاد طلبہ کے متوقع سوالات کا جواب اور مسائل کا حل تلاش کر سکتا ہے۔
- 7- طلبہ کے جذبہ تجسس کی تسکین ممکن ہوتی ہے۔
- 8- استاد تدریس کے مقاصد سے پوری طرح واقف ہوتا ہے۔ اور ان کے حصول کی کوشش کرتا ہے۔
- 9- طلبہ میں تعلم موثر ہوتا ہے۔
- 10- طلبہ کی عملی شرکت کو یقینی بنایا جاتا ہے جس کی وجہ سے طلبہ کے اعتماد میں اضافہ ہوتا ہے۔

طریقہ کار:

سبق کی تیاری کے سلسلے میں چند امور کو ملحوظ خاطر رکھنا ضروری ہوتا ہے۔ جو کہ درج ذیل ہیں۔

- 1- سبق کو بغور پڑھ کر اسکے مقاصد کا تعین کیا جائے۔ ان میں کچھ بنیادی مقاصد ہوتے ہیں جن کے لیے تدریسی مواد پیش کیا جاتا ہے۔ اس کے علاوہ طلبہ کو موضوع کی مناسبت سے کوئی نہ کوئی دینی، اخلاقی یا معاشرتی سبق دیا جائے۔
- 2- ضروری اور موزوں معاونات مہیا کی جاتی ہیں۔ جو کہ سبق کی وضاحت کرنے اور دلچسپی پیدا کرنے میں مدد دیں۔
- 3- طلبہ کی سابقہ معلومات کا جائزہ لیا جائے۔ اور سبق کو سابقہ معلومات سے مربوط کرنے کی کوشش کی جائے۔

سبق کے نئے اور مشکل الفاظ و محاورات کی فہرست بنائی جائے اور ان کی مناسب تشریح کی جائے۔

جن الفاظ کا تلفظ واضح کرنا ضروری ہو۔ ان کی فہرست بنا کر ان پر اعراب لگائے ہیں۔

سبق کے حوائج سے قواعد کے جو عملی اصول سکھائے جاسکتے ہوں ان کی تدریس کے طریقہ کار پر غور کیا جائے۔ صرف کتاب میں دی گئی مشقوں تک محدود نہ رہا جائے۔ طلبہ کو سبق میں شامل کرنے کے لیے موزوں طریقہ کار سوچا جائے مثلاً سوالوں کے جواب لینا، اعراب لگوانا، املاء وغیرہ۔

سبق کے دوران اور آخر میں اعادہ کے لیے موزوں سوالات مرتب کئے جائیں۔ مقاصد کی روشنی میں مناسب سرگرمیوں کا اہتمام کریں مثلاً مکالمہ، بیانیہ، مذاکرہ، نظم خوانی وغیرہ۔

جائزے کے لیے مناسب سوالات، مشقیں اور سرگرمیاں منتخب کر لی جائیں۔ طلبہ کے اضافی مطالعے کے لیے موزوں کتاب، رسالے، اخبار وغیرہ کی سفارش کرنا مفید ہے۔

نظم کے اسباق میں طلبہ کی استحسانی صلاحیت کو اجاگر کرنے کا مناسب بندوبست کیا جائے۔ مثلاً نظم کو تحت اللفظ، ترنم سے پڑھنا وغیرہ۔

مواد کو ہو بہو کتابوں سے نقل نہ کیا جائے بلکہ گفتگو اور سوالات کے ذریعے مواد جمع کیا جائے۔ طلبہ سے کہا جائے کہ اپنے خیالات تحریر کریں اس طرح طلبہ میں خود اعتمادی آئے گی۔ اور وہ ذاتی انداز تحریر کر سکیں گے۔

سبقی اشاروں کا خاکہ

جماعت	تاریخ	مضمون	عنوان	تلخیص / تختہ تحریر
		عمومی مقاصد		
		خصوصی مقاصد		
		طریق تدریس		
		تدریسی معاونات		
		سابقہ واقفیت کا جائزہ		
		اعلان سبق		
		پیش کش		
		عملی سرگرمیاں		
		جزوی اعادہ		
		خلاصہ		
		رابطہ		
		کلی اعادہ		
		تفویض کار		

سبقی خاکے کی وضاحت:

کلاس کا تعارف:

سبقی خاکے میں سب سے پہلے کلاس کا تعارف کروایا جاتا ہے۔ مثلاً جماعت کی تعداد، پیریڈ کا دورانیہ، عنوان وغیرہ جماعت سے متعلقہ امور لکھنے کا مقصد استاد اور طلبہ دونوں کی ذہنی آمادگی اور تیاری ہے۔

عمومی مقاصد / خصوصی مقاصد:

سبق پڑھانے سے پہلے سبق کے عمومی اور خصوصی مقاصد کا تعین ضروری ہے۔ عمومی مقاصد کسی بھی مضمون سے متعلقہ ہوتے ہیں۔ اور خصوصی مقاصد عنوان سے متعلقہ ہوتے ہیں۔ عمومی مقاصد ایک مضمون کی تدریس میں ایک جیسے رہتے ہیں۔ جبکہ خصوصی مقاصد ہر روز عنوان کے لحاظ سے بدلتے رہتے ہیں۔ مقاصد کا تعین ضروری ہوتا ہے۔ کیونکہ مقاصد کے بغیر کوئی شاہکار تخلیق نہیں ہوتا۔ اور کوئی سرگرمی کامیاب نہیں ہوتی۔

تدریسی معاونات:

تدریسی معاونات سبق میں طلبہ کی دلچسپی پیدا کرنے اور تعلم مؤثر بنانے کے لیے ضروری ہوتی ہیں اس سے استاد کی تدریس بھی مؤثر ہوتی ہے۔ یعنی سبق کی تیاری کے لیے استاد تدریسی معاونات مثلاً تصویریں، فلم، چارٹ، گراف، ماڈل، تختہ سیاہ وغیرہ کی دستیابی کو یقینی بنایا جائے۔

سابقہ واقفیت کا جائزہ:

استاد کو طلبہ کی سابقہ واقفیت کا علم ہونا چاہیے۔ اور طلبہ کی سابقہ واقفیت یا معلومات کو مد نظر رکھتے ہوئے نئے سبق کا آغاز کرنا چاہیے۔ استاد کو سوالات کے ذریعے سابقہ واقفیت کا جائزہ لینا چاہیے۔ اور اسے نئے سبق سے مربوط کرنا چاہیے۔

اعلان سبق:

طلبہ کی سابقہ واقفیت کے جائزے کے بعد اگلا قدم اعلان سبق ہے۔ طلبہ کی سابقہ واقفیت کے جائزے کا آخری متوقع جواب متعلقہ سبق سے قریب تر ہونا چاہیے۔ ایسے جواب کے بعد معلم سبق کا اعلان کرے۔

پیش کش:

یہ سبق کا بنیادی حصہ ہوتا ہے۔ سبق کے اعلان کے بعد استاد نثر یا نظم ہر دو صورت میں قرأت سبق طلبہ سے کروائے اس کے بعد نمونے کے طور پر خود سبق کو پڑھے، سبق کو طوالت

تدریس اردو
کے لحاظ سے دو یا تین حصوں میں تقسیم کر لینا چاہیے۔ سبق کے مشکل الفاظ کی نشاندہی طلبہ سے
کروائی جائے ان مشکل الفاظ اور اصطلاحات کی تفہیم دیوار پر آویزاں چارٹ پر موجود ہونی
چاہیے۔ پوائنٹر کی مدد سے طلبہ سے ان کا مفہوم نشاندہی کر کے پوچھا جائے۔ اور تختہ تحریر پر ان
کا مفہوم لکھ دیا جائے اس کے بعد سبق کے اس بحث شدہ پہلے حصے کا سوالات کی صورت میں
جزوی اعادہ کیا جائے جزوی اعادہ کے لیے تین سے پانچ سوالات پر اکتفا کیا جائے۔ اس
طرح سبق کے دوسرے حصہ پر عمل پیرا ہونا چاہیے۔

عملی سرگرمیاں:

پیش کش کے بعد طلبہ کو مذکورہ سبق سے متعلقہ کوئی سرگرمی تجویز کی جانی چاہیے۔
مثلاً طلبہ کے درمیان الفاظ کے درست تلفظ استعمال کرنے کا مقابلہ مشکل الفاظ کے معنی بیان
کرنے کا مقابلہ سبق کے اہم نثر پارہ سلیس ا تشریح لکھنے کے لیے دی جائے نظم کی صورت میں
کسی ایک قطعہ کی تشریح تجویز کی جاسکتی ہے۔ استاد اس سارے عمل کی خود نگرانی کرے اور
سرگرمی کا جائزہ لے۔ عملی سرگرمیوں سے طلبہ میں خود اعتمادی آتی ہے۔ اور سبق میں دلچسپی
بڑھتی ہے جس کی وجہ سے تعلم مؤثر ہوتا ہے۔

اعادہ:

سبق کے آخر میں سبق کی کامیابی اور اس کامیابی کا تناسب معلوم کرنے کے لیے
اور سبق کے مقاصد کے ممکنہ حصول کا جائزہ لینے کے لیے مذکورہ سبق میں سے چھ سے دس
سوالات کلی اعادے کی صورت میں پوچھے جائیں۔

تفویض کار:

سبقی اشارے کا آخری قدم تفویض کار یا گھر کا کام ہے۔ تفویض کار میں طلبہ کو
عنوان سے متعلقہ گھر میں کرنے کے لیے کچھ کام دیا جاتا ہے۔ یہ کام لکھنے اور یاد کرنے دونوں
صورتوں میں ہو سکتا ہے۔ تاکہ طلبہ گھر جا کر بھی سبق کو ایک بار پڑھیں اور انہیں یہ سبق اچھی
طرح ذہن نشین ہو جائے۔

تدریس اردو میں جدید ذرائع کا استعمال

تدریس کے عمل کو موثر بنانے کے لیے بہت سے ذرائع کو استعمال کیا جاتا ہے۔ ان ذرائع کو سمعی و بصری معاونات بھی کہا جاتا ہے۔ یہ بات واضح ہے کہ نہ صرف جماعت کا ماحول بلکہ تمام سکول کی فضا اکتساب علم کے لیے مصنوعی ہوتی ہے۔ لیکن اسے حتی الوسع قدرتی ماحول میں بدلنے کی کوشش کرنی چاہیے۔ معاونات اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے۔ تاکہ تدریس کو موثر اور کارآمد بنایا جاسکے اور طلبہ جو کچھ بھی سیکھیں دلچسپی سے سیکھیں۔ یہ سیکھنا ان کے لیے قابل فہم، اور پرکشش ہو۔

سمعی معاونات وہ معاونات ہوتی ہیں جن کا تعلق طلبہ کی قوت سماعت سے ہوتا ہے۔ اس میں ریڈیو، ٹیپ ریکارڈ وغیرہ شامل ہے۔ اور بصری معاونات وہ معاونات ہوتی ہیں۔ جن کا تعلق طلبہ کی قوت بصارت سے ہو مثلاً ٹی وی، وی سی آر، سلائیڈ، پروجیکٹر وغیرہ۔

تدریس اردو میں جدید ذرائع کی اہمیت:

تدریس میں جدید ذرائع کا استعمال استاد کو کامیابی سے ہمکنار کرتا ہے۔ اس کے مندرجہ ذیل فوائد ہیں۔

- 1- جدید ذرائع کے استعمال سے سبق دلچسپ ہو جاتا ہے۔
- 2- طلبہ کی اکتاہٹ کا خاتمہ ہو جاتا ہے۔
- 3- جدید ذرائع کے استعمال سے سبق کو آسان فہم بنایا جاسکتا ہے۔

جدید ذرائع کے استعمال سے طلبہ کو سیکھنے میں آسانی ہوتی ہے۔ مثلاً اگر طلبہ ایک
4- ناول پڑھیں تو اسے بھول سکتے ہیں۔ لیکن اگر اسی ناول کی فلم دیکھیں تو وہ بھولیں
گے نہیں۔

5- طلبہ جب کلاس میں لگے ہوئے چارٹس وغیرہ کو بار بار دیکھتے ہیں۔ تو یہ مواد ان کے
علم کا ایک حصہ بن جاتا ہے۔

6- یہ ذرائع / معاونات طلبہ کو خود کام کرنے پر آمادہ کرتے ہیں۔ جس سے طلبہ میں خود
اعتمادی پیدا ہوتی ہے۔

7- طلبہ خود کام کرنے کی کوشش کرتے ہیں اس لیے استاد کے وقت کی بچت ہوتی ہے۔

بولنے میں سمعی و بصری معاونات کی اہمیت:

بولنے میں تین چیزوں کا حصول ضروری ہے۔

1- تلفظ 2- لہجہ 3- رفتار

ان تینوں کی صلاحیت پیدا کرنے میں ریڈیو، ٹیلی ویژن، فلم، سلائیڈ، ٹیپ ریکارڈ،
تقاریر، معلمین کی بول چال اور سکول کے تعلیمی اجتماعات میں مختلف قسم کی سرگرمیاں معاون
ثابت ہوتی ہیں۔

رفتار کے لیے کئی طریقے اختیار کیے جاسکتے ہیں؟ مثلاً دو پیرے یاد کرا کر کسی طالب
علم کو کہنا کہ وہ اسے آدھے منٹ میں بول دے۔ ٹی وی پر اچھے پروگراموں کی طرف طلبہ کی توجہ
مبذول کرائی جائے۔ یہ پروگرام طلبہ کے تلفظ، لہجے اور رفتار میں بڑے معاون ثابت ہوتے
ہیں۔ اوپن یونیورسٹی کے تدریسی پروگراموں کے کیسٹوں کا انتظام کر کے بچوں کو سنائی جائی۔

پڑھنے میں تدریسی معاونات کی اہمیت:

پڑھنا دو قسم کا ہوتا ہے۔ خاموش مطالعہ اور بلند مطالعہ یا بلند خوانی۔ پڑھنا ایک خاص
صلاحیت کا نام ہے اس میں بھی تین چیزوں کی ضرورت ہوتی ہے۔

1- خاموش مطالعہ 2- ادنیٰ پڑھنا 3- معقول رفتار کا ہونا

جس طرح بولنے میں تلفظ، لہجہ اور رفتار کی ہم آہنگی ضروری ہوتی ہے۔ اس طرح پڑھنے میں بھی ان ہی کی اہمیت ہے۔ پڑھنے کی اس صلاحیت کو حاصل کرنے کے لیے ہم ریڈیو، ٹیلی ویژن، ٹیپ ریکارڈر، تقاریر، تختہ تحریر پر لکھی ہوئی عبارت اور استاد کے پڑھنے کی نقل اتارنے سے فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔

کم رفتار اور جھجک والے طلبہ پر استاد کو خصوصی توجہ دینی چاہیے۔ ان سے استاد اس قسم کے سوالات پوچھ سکتا ہے۔

الف: کیا آج آپ نے ریڈیو پروگرام سنا؟

ب: کون سا پروگرام آپ نے زیادہ پسند کیا؟

ج: پروگرام پسند کرنے کی وجہ کیا ہے؟

د: جو پروگرام آپ کو پسند ہے۔ اس کے بارے میں کچھ سنائیں وغیرہ

اس طرح کئی سوالات کیے جاسکتے ہیں۔ علاقے اور موقع کی مناسبت کو مد نظر رکھنا ضروری ہے۔ مثلاً ایک دیہات کے طالب علم پر وہ سوال نہیں کئے جاسکتے۔ جن کا تعلق شہری سرگرمیوں سے ہو اور نہ ہی شہری طالب علموں سے ایسے سوال پوچھے جائیں جن کا دیہی ماحول کی سرگرمیوں سے دور کا بھی واسطہ ہو۔

لکھنے میں تدریسی معاونات کی اہمیت:

جس طرح بولنے اور پڑھنے کے لیے تدریسی معاونات مدد کرتی ہیں لکھنے میں ہم ان سے کام لے سکتے ہیں مثلاً سب سے بڑی معاونت تختہ تحریر ہے۔

تختہ تحریر پر جب معلم کوئی پیرا تحریر کرے تو وہ ساتھ ساتھ لفظوں کی بناوٹ، فاصلہ اور فقرے کے بارے میں بھی ہدایات دیتا جائے۔ بعد میں مشق کے لیے کہا جائے معلم، مشق کی نگرانی کرے اور مجموعی الفاظ کو تختہ سیاہ پر دوبارہ لکھے لفظوں پر اعراب لگائے اور خود ادا کرے۔ نقل نویسی کے بعد طلبہ کی املاء کی پڑتال کی جائے۔

تختہ سیاہ کے علاوہ ہم سلائیڈ اور ٹیپ کی جدید مشینوں سے بھی کام لے سکتے ہیں۔ اس کے علاوہ بازار میں خوش خطی اور خوش نویسی پر لکھی ہوئی کتابیں بھی ملتی ہیں۔ اگر تمام طالب علم

حروف اور الفاظ سکھانے والی یہ کتابیں مہیا نہ کر سکتے ہوں تو معلم خود ایک لکھنا طریقہ کر ملا کہ اس سے متعارف کر سکتا ہے اور پھر تختہ سیاہ کے ذریعے لکھائی کی مطالعہ سطح اور ضرورت پوری کر سکتا ہے۔

معاونات کی تیاری کے مراحل:

یہ بات ذہن نشین رہنی چاہیے کہ خواندگی یعنی پڑھنا بولنا، لکھنا تینوں مہارتیں اہم مربوط ہوتی ہیں۔ لیکن پھر بھی ان میں تفریق کرنا پڑتی ہے۔ معلم کو چاہیے کہ ان میں التوا قائم رکھ کر ارتباط پیدا کرے۔ پڑھنے کے سلسلے میں یہ امر بخوبی ذہن میں رہے کہ مطالعہ، معلم بہترین ذریعہ ہے جس کا تعلق پڑھنے سے ہے۔ اسے دو حصوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔

(i) درسی کتابوں کا پڑھنا (ii) اضافی مطالعہ

مطالعہ کو دلچسپ بنانے کے لیے اسباق کو براہ راست یا بلا واسطہ مفروضیت سے منسلک کرنا چاہیے۔ یعنی سمعی و بصری معاونات کتاب کا اگر حصہ بنیں گے تو وہ سبق کو آسان بنادیں گے جس سے طلبہ میں دلچسپی بڑھے گی۔

لکھنے کا کام تحریری کام ہے۔ ثانوی جماعتوں میں اس تحریری کام کا آغاز بیان سے شروع کرنا چاہیے۔ ایک معلم مضمون نویسی کے لیے میں موضوع کا انتخاب کرتا ہے۔ پہلے اس پر جماعت بحث ہو جانی چاہیے۔ تاکہ طلبہ اپنا اظہار خیال بہتر طریق پر کر سکیں۔

جہاں تک بولنے کا تعلق ہے۔ اس کے لیے بہترین معاونات بات چیت ہے۔ اس کا آغاز ارادی یا غیر ارادی طور پر ہونا چاہیے ایسا موضوع چنا جاسکتا ہے۔ جس پر بحث میں طلبہ شریک ہونے پر آمادہ ہو سکتے ہوں۔ بشرطیکہ یہ موضوع طلبہ کی ذہنی سطح کے مطابق اور دلچسپی کا مرکز ہو اس کا تعلق خواہ کسی منتخب موضوع سے ہی کیوں نہ ہو اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔

تدریسی ذرائع کے انتخاب میں ماحول کا بھی خیال رکھنا چاہیے۔ نویں، دسویں درجے کے مطابق ماحول میں دستیاب شدہ معاونات کی نہ صرف تیاری آسان رہے گی بلکہ خود مند بھی۔ ایسی معاونات تیار کرنے کی طرف خود طلبہ کی بھی توجہ مبذول کرائی جائے گا تو درجوں میں معاونات کی نوعیت ابتدائی تعلیم کی معاونات سے ذرا مختلف ہوتی ہے۔ اساتذہ کو اس بات کا خاص خیال رکھنا پڑے گا کہ ان تمام امور کے پیش نظر معاونات کی تیاری میں

مندرجہ ذیل اقسام شمار کی جاسکتی ہیں۔

(الف) کمرہ جماعت میں تیار کی جانے والی معاونات

(ب) ماحول سے دستیاب شدہ معاونات

(ج) محکمے کی طرف سے حاصل ہونے والی معاونات

(د) مشینی یا سائنسی معاونات

اگرچہ معلم کا کردار معاونات کی تیاری اور دستیابی میں اولیت کا درجہ رکھتا ہے لیکن طلبہ کی شراکت کے بغیر ان کا موثر اور کارآمد ہونا زیادہ دیر پا نہیں ہوگا۔ ایک اچھا معلم ان کی تیاری کے مراحل کے دوران طلبہ کو شامل رکھتا ہے۔

چند ایک تدریسی معاونات ایسی بھی ہیں جنہیں جماعت ہی میں آسانی سے تیار کیا جاسکتا ہے۔ مثلاً حروف اور الفاظ کے چارٹ، نقشے، تصاویر بنائی جاسکتی ہیں۔ باغ کی سیر سے فائدہ اٹھایا جاسکتا ہے۔ علاوہ ازیں ریل، ڈاک خانے، تارگھر وغیرہ کی قسم کے مقامات دکھانے کے بعد ہم ان اصطلاحوں کو جوان محکموں یا مقامات سے متعلق ہوتی ہیں براہ راست ازبر کر سکتے ہیں

لکھنے کے سلسلے میں ہم بعض مقامات کی سیر اور اپنی ریکارڈ شدہ آوازوں کو کاغذوں پر نقل کرنے کی کوشش کر سکتے ہیں۔ معلم کو یہ بات یاد رکھنی چاہیے کہ ایسی معاونات کے بارے میں سوچے جو اسے آسانی سے دستیاب ہو سکتی ہوں اور تدریس کو موثر بھی بنائی ہوں۔ معاونات کی تیاری اور انتخاب میں معلم کو بہت احتیاط سے کام لینا چاہیے۔

تدریسی معاونات ایک ضروری وضاحت

تدریسی اعانات کا مقصد تدریسی عمل کو زیادہ موثر اور دلچسپ اور دیر پا اثرات کا حامل بنانا ہوتا ہے لیکن اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ ان کے بغیر قطعاً تدریس نہیں ہو سکتی اور اس کا یہ مطلب بھی نہیں ہے کہ تدریسی معاونات کے حصول کے جنون میں بے جا دولت ضائع کر جائے۔ استاد کو چاہیے کہ وہ کم از کم وسائل اور اخراجات میں زیادہ سے زیادہ معاونات کا بندوبست کرے۔

تدریس اردو میں جائزہ و پیمائش

نظام تعلیم میں جائزے کی بڑی اہمیت ہے۔ تعلیم و تدریس میں جائزے کے ذریعے مستقبل کے لیے منصوبہ بندی کی جاتی ہے۔ جائزے کے ذریعے ہی اساتذہ خود اپنا محاسبہ بھی کرتے ہیں۔ اگر طلبہ کی کارکردگی مقررہ معیار سے کم ہو تو اساتذہ عمل تدریس میں خامیوں کو تلاش کرتے ہیں۔ جائزے سے جہاں متعلم کے کام کا معیار مقرر ہوتا ہے۔ وہاں استاد کی خوبیوں اور خامیوں کی نشاندہی بھی ہوتی ہے۔

(جائزے کا مطلب ہے ایک ترتیب اور تنظیم کے ساتھ مسلسل عمل سے گزرنا۔ تدریسی پروگرام جائزے کے بغیر مکمل اور جامع نہیں ہو سکتا۔ مقاصد کے تعین سے لے کر تدریسی پروگرام کی تکمیل تک جائزے کا تسلسل برقرار رکھنا۔ پروگرام کی کامیابی کی ضمانت ہے۔

نصاب اور کورس کے فرق کو مد نظر رکھا جائے تو نصاب سے مراد مختلف مضامین، کورسز اور مدرسے کی ہمہ پہلو سرگرمیاں لی جاتی ہیں۔ جبکہ کورس صرف ایک مضمون سے متعلق تدریسی مواد پر مشتمل ہوتا ہے۔ اسی طرح طلبہ کے نصابی اور ہم نصابی پروگرامز کی مرحلہ وار جانچ پرکھ اور سال بھر کے مجموعی کام کی جانچ پرکھ کو جائزہ کہا جاتا ہے (مضامین سے حاصل شدہ علم کا جائزہ جس پیمانے سے لیا جاتا ہے اسے آزمائش کہا جاتا ہے) یہی آزمائش پیمائش کا ذریعہ بنتی ہے۔ اور ان پیمائشوں کی قدر و قیمت اور معیار کا تعین جائزہ کہلاتا ہے۔

A.J. Jones کہتے ہیں:

”جائزہ کسی چیز کی قدر و قیمت کا اندازہ لگانے کا عمل ہے۔“

جائزے کے مقاصد:

تعلیمی جائزے کے ذریعے مندرجہ ذیل مقاصد کا حصول ممکن ہے۔

جائزے کے ذریعے مستقبل کی تعلیمی منصوبہ بندی کی جاسکتی ہے۔

جائزے کے ذریعے طلبہ کے رویے اور اکتساب کا جائزہ لیا جاسکتا ہے۔

جائزے کے ذریعے طلبہ کی تعلیمی رہنمائی کی جاتی ہے۔

جائزے کے ذریعے آزمائش مرتب کی جاتی ہے۔

آزمائشوں کو غیر جانب دارانہ طور پر جانچنا بھی جائزے کا مقصد ہے۔

تدریس اردو میں جائزہ کا استعمال:

تدریس اردو میں جائزہ کاری کا عمل درج ذیل پہلوؤں پر مشتمل ہوتا ہے۔

(1) طلبہ کے پڑھنے کا جائزہ:

اردو کا معلم نثر اور نظم ہر طرح کے اسباق میں طلبہ کو سبق پڑھنے کے لیے کہتا ہے طلبہ کی قرأت کے بعد نمونے کے طور پر معلم خود قرأت پیش کرتا ہے۔ یوں تدریسی عمل جاری رہتا ہے۔ دوران سبق دہرائی کی صورت میں کوئی بھی مجوزہ عبارت پڑھنے کے لیے دی جاتی ہے۔

اس طریقہ کار سے معلم طلبہ کی قرأت کا جائزہ لیتا ہے۔

(2) الفاظ کی درست ادائیگی:

دوران تدریسی معلم کو طلبہ کو درست تلفظ کی تدریس دیتا ہے۔ اس سلسلہ میں وہ چارٹ اور تختہ سیاہ کو استعمال میں لاتا ہے۔ نمونے کے طور پر درست تلفظ کی ادائیگی خود کرتا ہے اور بعد میں اعادہ، کلاس ٹیسٹ اور امتحان میں متعلقہ مضمون اور اسباق کے درست تلفظ کا جائزہ لیتا ہے۔ یہ جائزہ تقریری صورت میں بچوں سے الفاظ کی ادائیگی کروا کے کیا جاتا ہے۔ جبکہ تحریری صورت میں الفاظ پر اعراب لگوائے جاتے ہیں۔

(3) نثر پارے کی تفہیم و تشریح کا جائزہ:

دوران تدریس معلم نثری اور شعری اسباق اور ان کی جزئیات کی تشریح مختلف طریقہ

ہائے تدریس کو اپنا کرتا ہے۔ پیریڈ کے دوران سبق کے درمیان میں اور آخر میں کلی اور جزوی اعداد کی صورت میں تفہیم شدہ عبارات کی تراکیب، مشکل الفاظ کے معنی، صرفی و نحوی اصول اور ضائع بدائع اور علم بیان کے متعلق تحریری اور زبانی سوالات پوچھتا ہے۔ مزید برآں سبق کا خلاصہ اور مرکزی خیال بھی پوچھا جاتا ہے۔ کلاس روم ٹیسٹ اور امتحان میں اکتسابی کا جائزہ اسی طریقہ کار کے مطابق کیا جاتا ہے۔

(4) تنقیدی شعور کی پختگی لینا

اس سے مراد استھان لیا جاتا ہے یعنی ذوق سلیم میں تحریک اور کامیابی کا جائزہ لینا۔ اردو میں خصوصی طور پر تدریسی نظم کا ہر پہلو استھانی صلاحیت کا تحریری اور زبانی جائزہ لیتا ہے۔

(5) انشانگاری کا جائزہ:

نثر دو اقسام کی ہوتی ہیں ایک سائنسی یا معلوماتی نثر نگاری اور دوسری ادبی نثر نگاری۔ ادبی نثر نگاری میں ادبی مضامین انسانیہ، ناول، افسانہ، داستان اور ڈرامہ وغیرہ شامل ہے۔ دوران تدریس استاد ان اصناف نثر کی اصطلاحات کی تشریح و توضیح کرتا ہے۔ زبانی یا تحریری ٹیسٹ اور امتحان میں طلبہ کی انشاء نگاری کی مہارتوں کا جائزہ لیا جاتا ہے۔

جائزہ لینے کے طریقے:

جائزہ لینے کے کچھ طریقے درج ذیل ہیں۔

- | | | |
|------------|--------------------|-------------|
| 1- سوالات | 2- مشاہدہ | 3- انٹرویو |
| 4- مذاکرات | 5- مشقیں حل کروانا | 6- امتحانات |

(1) سوالات:

سوالات کی نوعیت موقع محل کی مطابقت اور مناسبت کے مختلف ہوتی ہے۔ اساتذہ اپنے سبق کا آغاز کرنے سے قبل طلبہ کی سابقہ معلومات اور مضمون میں دسترس کا جائزہ لینے کے لیے سوالات کرتے ہیں۔

دوران تدریس آموختہ کا جائزہ لینے کے لیے جزوی اعادہ اور کلی اعادہ بھی سوالات کے ذریعے ہی ممکن ہوتا ہے۔ معائنے کے دوران افسران تعلیمی معیار کا جائزہ لینے کے لیے سوالات کا استعمال کرتے ہیں۔ سوالات تحریری ہوں یا زبانی انکی اہمیت سے انکار نہیں کیا جاسکتا۔

☆ سوالات بناتے وقت عمر اور ذہنی سطح کو پیش نظر رکھنا چاہیے۔

☆ سوال مختصر مگر جامع ہونا چاہیے۔

☆ سوال کی زبان سادہ اور واضح ہو۔

(2) مشاہدہ:

مشاہدے سے طلبہ کی مختلف الفاظ تک رسائی حاصل ہوتی ہے۔ طلبہ نئے نئے الفاظ سیکھتے ہیں۔ اس طرح طلبہ کا نظری ذخیرہ الفاظ عملی ذخیرہ بنتا چلا جاتا ہے۔ زبان باہمی ربط اور میل جول سے وجود میں آتی ہے۔ اس لیے طلبہ کو مختلف جگہوں اور شخصیتوں سے ملنے کا موقع دیا جائے تاکہ ان کی معلومات میں اضافہ کے ساتھ ان کے ذخیرہ الفاظ میں اضافے کا سبب بنے۔

(3) انٹرویو:

بعض طلبہ تحریری امتحانات میں اپنی قابلیت کا مناسب اظہار نہیں کر سکتے ہیں۔ بلکہ انٹرویو سے ان کا مطمع نظر بخوبی سمجھا جاسکتا ہے۔ انٹرویو ہی کے ذریعے طلبہ کے ذہن، فطین ہونے کے ساتھ ساتھ ان کے مزاج، میلانات، رجحانات اور دلچسپیوں کو بھی جانا جاسکتا ہے۔ انٹرویو کے ذریعے یہ جان سکتے ہیں کہ ان میں خود اعتمادی کتنی ہے۔ گفتگو کا انداز کیا ہے۔ سوال کی تفہیم کس قدر ہے۔ مضمون سے دلچسپی اور لگاؤ کا اندازہ بھی اس طریق سے کیا جاسکتا ہے۔

(4) مذاکرات:

مذاکرات کے ذریعے کسی سنجیدہ موضوع پر طلبہ کو خور و فوض کا موقع دیا جاتا ہے۔ طلبہ اس کے مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالتے ہیں۔ اور باہمی گفتگو سے کسی مسئلے کا حل تلاش کرتے ہیں۔ اس بحث و تمحیص سے استاد کو موقع ملتا ہے کہ بچوں کے انداز گفتگو کا جائزہ لے۔ غلط تلفظ اور لہجہ میں اصلاح بھی ممکن ہو سکتی ہے۔ تقریری مقابلے میں اس بات کا اندازہ کرنا ہوتا

ہے کہ مقرر کے پاس موضوع کے بارے میں کتنی معلومات ہیں وہ اس کا اظہار کرتا ہے جبکہ مذاکرات میں مختلف نکات اٹھائے جاتے ہیں اور ان کا تسلی بخش جواب دینا ہوتا ہے۔ اس طرح مذاکرات جائزے کی حدود میں داخل ہوتے ہیں۔

(5) مشقیں حل کروانا:

مشق سے مراد تکرار، دہرائی، اعادہ نہیں ہے۔ بلکہ مشقوں کا تعلق سبق سے ہے۔ درسی کتاب میں مشقیں سبق یا مضمون کو اچھی طرح سمجھنے اور یاد کرنے کی غرض سے دی جاتی ہیں۔ مشق کی تیاری میں اس بات کا خیال رکھا جاتا ہے کہ وہ سبق کے اہم نکات کو سمجھنے اور ان کو عملی ذخیرہ الفاظ کے طور پر استعمال کرنے کے قابل ہو جائیں۔

(6) امتحانات:

ہر ادارہ اپنے داخلی انتظامات کے تحت امتحانات کا انعقاد کرواتا ہے۔ اس سے مراد ہے داخلی طور پر معیار کا اندازہ کرنا، داخلی طور پر طلبہ کو ترقی دے کرنی جماعت بندی اور اساتذہ کی کارکردگی کا جائزہ لینا ہوتا ہے۔

مختلف اداروں کے معیار کا جائزہ لینے کے لیے خارجی امتحانات کا انعقاد عمل میں لایا جاتا ہے۔ ایسے امتحانات کا انعقاد بورڈ، یونیورسٹی کرتی ہے۔ اس سے مراد مختلف اداروں کے معیار کا تعین اور ایک خاص سطح کی سند یا ڈگری کا اجرا ہوتا ہے۔

(ایسے امتحانات جو ایک خاص منصوبہ بندی کے تحت منعقد کیئے جاتے ہیں۔ انہیں رسمی امتحانات کہا جاتا ہے) اور جو امتحانات دوران تدریس بغیر کسی پروگرام اور منصوبہ بندی کے لیا جاتا ہے۔ وہ غیر رسمی امتحان کہلاتا ہے۔

رسمی امتحانات کی دو صورتیں ہیں ابتدائی جماعتوں میں زبانی امتحان کو بڑی اہمیت حاصل ہوتی ہے اور ثانوی سطح پر سائنس کے مضامین کے عملی امتحانات کا کچھ حصہ زبانی امتحان کے لیے مخصوص ہوتا ہے۔ یہ امتحان تحریری امتحان کے جائزے کے طور پر لیا جاتا ہے۔ مختلف قسم کی نوکریوں میں بھرتی کے لیے آج بھی زبانی امتحان کا طریقہ رائج ہے۔ تعلیمی آزمائش کا یہ طریقہ قدیم ہونے کے باوجود آج بھی مقبول عام اور رائج ہے۔

آزمائش طلبہ کے تحصیل علم اور اکتساب کو پرکھنے کے لیے ایک آلے کے طور پر استعمال ہوتی ہے۔ ہمارے ہاں امتحانات میں دو قسم کی آزمائش استعمال ہو رہی ہیں۔
1۔ روایتی موضوعی آزمائش 2۔ معروضی آزمائش

موضوعی آزمائش:

اس قسم کی آزمائش چند سوالات پر مشتمل ہوتی ہے۔ جن کے جواب کافی لمبے ہوتے ہیں۔ طلبہ کو نو، دس سوالات دیئے جاتے ہیں۔ جن میں سے پانچ یا چھ حل کرنے ہوتے ہیں۔

نشانی / موضوعی آزمائشوں کی خوبیاں

- 1۔ طلبہ کی قوت حافظہ، بات سمجھنے اور بہتر انداز میں تحریر میں لانے کا شعور پیدا ہوتا ہے۔
- 2۔ طلبہ اپنا ماضی الضمیر بیان کرنے کے قابل ہوتے ہیں۔
- 3۔ طلبہ میں استحصانی قوت پیدا ہو جاتی ہے۔
- 4۔ طلبہ کے ادبی ذوق اور تحریری خوبیوں کو نکھرنے کا موقع ملتا ہے۔
- 5۔ طلبہ اپنے خیالات مربوط انداز میں پیش کرنے کے قابل ہوتے ہیں۔
- 6۔ طلبہ جب رٹے ہوئے مضمون کو انشانگاری کی صورت میں عمل میں لاتے ہیں تو ان کی سمجھ بوجھ میں اضافہ ہوتا ہے۔
- 7۔ طلبہ کے کسی موضوع پر اظہار خیال کرنے کی قابلیت کی پیمائش بخوبی کی جاسکتی ہے۔
- 8۔ طلبہ کی خوش اسلوبی سے تحریر کرنے کی صلاحیت کا پتہ چلتا ہے۔

نایامیاں:

- 1۔ پورے نصاب کا احاطہ ممکن نہیں۔
- 2۔ اس قسم کی آزمائشوں میں معروضیت نہیں ہوتی۔ کیونکہ اگر ایسی آزمائش بہت سے ایگزامینرز کو دی جائے تو ان کے نتائج یقیناً مختلف ہوں گے۔

- 3- ممتحن کے خیالات، دلچسپی اور مزاج کا بڑا مدخل ہوتا ہے (نمبر لگانے میں)
- 4- ایسی آزمائشوں کی اعتباریت بھی کم ہوتی ہے ایک ہی آزمائش کو مختلف اوقات میں منظم کیا جائے تو نتائج مختلف ہوں گے۔
- 5- ان کو جانچنے پر زیادہ وقت خرچ ہوتا ہے۔
- 6- رٹے بازی کی حوصلہ افزائی ہوتی ہے۔
- 7- طلبہ نقل اور دیگر ناجائز ذرائع کا استعمال کرتے ہیں۔
- 8- طلبہ کی رفتار، خوش محظی وغیرہ اثر انداز ہوتی ہے۔

بہتر بنانے کے طریقے:

- 1- انشائی / موضوعی آزمائشوں کو بہتر بنانے کے لیے درج ذیل اقدامات کرنے چاہیں۔
- 2- سوالات کی تعداد زیادہ کر دی جائے تاکہ پورے نصاب کا احاطہ کیا جاسکے۔
- 3- سوالات زیادہ لمبے نہ ہوں اور تمام سوالات کا جواب دینا لازمی ہو۔
- 4- نمبر لگانے کے لیے ہدایات پہلے سے متعین ہونی چاہیے۔
- 5- ایک پیپر کو ایک سے زائد ایگزامینرز کو جانچنا چاہیے۔ اور سب کے نمبر کی اوسط نکال کر اس طالب علم کے نمبر لگائے جائیں۔
- 6- سوالات کی عبارت عام فہم اور واضح ہو۔
- 7- ہر طالب علم کا ایک ہی سوال ایک وقت میں جانچا جائے تاکہ نمبر ایک ہی معیار کے مطابق ہوں۔

معروضی آزمائشیں:

تعلیمی تحصیل کی آزمائشوں میں یہ جدید ترین آزمائش ہے۔ ان آزمائشوں کی درج ذیل اقسام ہوتی ہیں۔

- 1- کثیر الانتخاب
- 2- تقابلی
- 3- تکمیلی
- 4- درست، غلط فقرات والے سوالات

طریقہ تدریس / حکمت عملی

1- سکسز کے خیال میں
”کسی کو معلومات اور علم دینے کا عمل ہی تدریس ہے۔“

2- انتہائی کے مطابق
”طریقہ زبان کی تدریس کے لیے پیش کیا جانے والا منصوبہ ہوتا ہے۔ جس میں کسی قسم کا تضاد نہیں پایا جاتا اور منتخب طرز عمل پر مشتمل ہوتا ہے۔“

3- ڈبلیو ایف میکائی کے مطابق
”اس بات کا تعین کرتا ہے کہ کب اور کتنا پڑھانا ہے تاکہ مطلب اور قسم منتقل ہو جائیں اور زبان کے استعمال کے لیے کیا کیا کرنا ہے۔“

حکمت عملی کی تعریف:

حکمت عملی کا لغوی مفہوم جنگ لڑنے کی صلاحیت پیدا کرنا ہے اور یہ جنگ کے دوران اپنی جان بچانے والی فوجی اصطلاح (Term) ہے۔ ایک ایسا فنی طریق کار ہے جو فوجی منصوبہ بندی کے لئے استعمال کیا جاتا ہے۔ ایک ایسا طرز عمل ہے جو کسی بھی شعبہ ہائے زندگی کے تابع ہو سکتا ہے اور ان کے عملی نظام سے منسلک کیا جاسکتا ہے۔ حکمت عملی حالات اور واقعات کے حوالے سے تبدیل ہوتی رہتی ہے۔ گزشتہ کچھ سالوں سے حکمت عملی کی اصطلاح معاشرتی منصوبہ بندی

انسانی رویوں کی اصلاح اور بہتری کے لیے استعمال کی جانے لگی ہے۔ اردو زبان کے تدریسی مقاصد حاصل کرنے کے لیے زبان و ادب کی تدریس سے قبل کی جانے والی منصوبہ بندی تدریسی حکمت عملی کہلائے گی۔ بریں سبب اساتذہ کو اس منصوبہ بندی کی مہارت ہونی چاہئے۔ تدریسی حکمت عملی مقابلہ تدریسی طریقہ کار سے زیادہ جامع اور وسیع اصطلاح ہے۔ کیونکہ طریقہ کار میں صرف مضمون کے مواد کو پیش کیا جاتا ہے جبکہ حکمت عملی میں مواد کے ساتھ ساتھ مقاصد، دلچسپی، ہم آہنگی، رویہ، اصلاح اور صلاحیت جیسے امور بھی شامل ہوتے ہیں۔

I.K.Davis کے مطابق

”حکمت عملی دراصل تدریس کا وسیع طریقہ کار ہے۔“

تدریسی حکمت عملی کا مفہوم:

کولن انگلش جم ڈکشنری کے مطابق حکمت عملی کا مطلب ”جنگی فن یا جنگی مہارت ہے۔“

انسائیکلو پیڈیا کے مطابق:

”یہ مخصوص مقاصد کے حصول کے لیے فوج کی تربیت کا فن ہے۔“

اس طرح حکمت عملی اور منصوبہ بندی ملکر فنی یا سائنسی طریقہ سے ملٹری کے برے آپریشنز کی راہ ہموار کرتے ہیں۔ گویا کام کرنے کا نظام حکمت عملی کہلاتا ہے۔ موجودہ دور میں حکمت عملی کی اصطلاح جنگ کے حوالے کے ساتھ ساتھ سوشل سائنسز میں بھی اس کا استعمال ہونے لگی ہے۔

B.O.Smith کے الفاظ میں:

”حکمت عملی کی اصطلاح افعال کے ان ڈھانچوں کے لیے

استعمال ہوتی ہے جو مخصوص مقاصد کے حصول اور دوسرے

مقاصد کی رہنمائی کے لیے ہوں۔“ اس تعریف سے واضح ہو

جاتا ہے کہ حکمت عملی ایسی منصوبہ بندی ہے جو تدریسی مقاصد

کے حصول کو یقینی بنادیتی ہے۔

حکمت عملی کے متعلق ماہرین کی آرا:

1- Marris اور Stones کے الفاظ میں

”تدریسی حکمت عملی لیسن کے لیے ایسا عمومی منصوبہ ہے جس میں ڈھانچہ، مقاصد کارآموزشی رویہ اور ہدایات اور حکمت عملی کے نفاذ کے لیے ضروری تدریسی چال (Tactics) کی منصوبہ بندی کا خاکہ شامل ہے۔“

2- "Lawton Denes" کے مطابق

”حکمت عملی مضامین کا ایک ایسا عمومی منصوبہ ہے جس میں تدریسی ڈھانچہ کے ساتھ ساتھ طلبہ کا متوقع رویہ بھی شامل ہوتا ہے۔“

3- "B.O.Smith" کے مطابق

”حکمت عملی ایک ایسا عمل ہے جو مختلف محاصل کے حصول اور حفاظت کا کام سرانجام دیتا ہے۔“

تدریسی حکمت عملی اور طریقہ کار میں فرق:

طریقہ کار اور حکمت عملی ایک ہی چیز کے دو نام نہیں بلکہ دو مختلف اصطلاحیں ہیں۔ ان دونوں اصطلاحوں کے درمیان مندرجہ ذیل بنیادی فرق پائے جاتے ہیں۔

1- تدریسی طریقہ کار مواد کی پیش کش کا طریقہ ہے جس کا انتخاب مواد کی نوعیت کے لحاظ سے کیا جاتا ہے۔ مواد کی پیش کش کرنے کے درج ذیل تین طریقے ہیں۔

(a) تقریری طریقہ: اس میں سوال جواب اور مباحثاتی طریقہ شامل ہوتا ہے۔

(b) عملی طریقہ: تجربات کے ذریعہ عملی اطلاق کیا جاتا ہے۔

(c) مظاہراتی طریقہ: طلبہ کو دعوت مشاہدہ دی جاتی ہے۔

2- تدریسی طریقہ کار کلاسیکل ہے جبکہ تدریسی حکمت رومانٹک ہے۔

تدریسی طریقہ کار میں مواد پر جبکہ تدریسی حکمت عملی میں مقاصد کے حصول پر زور دیا جاتا ہے۔

تدریسی طریقہ کار اور تدریسی حکمت عملی میں فنی اور سائنسی تخصیص ہے۔
طریقہ کار میں مقاصد کو ثانوی حیثیت دی جاتی ہے جبکہ حکمت عملی میں مقاصد کو بنیادی حیثیت دی جاتی ہے۔

تدریسی چال : Teaching Tactice

کسی بھی تدریسی حکمت عملی کا نفاذ اور کامیابی کا انحصار تدریسی چالوں پر ہوتا ہے۔ ایک ماہر استاد اپنی تدریسی حکمت عملی کو مختلف تدریسی چالوں میں تقسیم کر لیتا ہے اور بتدریج ان چالوں کا نفاذ کر کے تدریسی مقاصد کی تحصیل کو ممکن بناتا ہے۔ اردو زبان و ادب کی دونوں اصناف نثر و نظم کی تدریس و تفہیم تدریسی حکمت عملی میں مختلف تدریسی چالیں استعمال کر کے زیادہ موثر بنائی جاسکتی ہے۔ تدریسی چال، تدریسی حکمت عملی سے زیادہ جامع اصطلاح ہے۔

"Stones Morrison" کے مطابق

”تدریسی Tactics استاد کے رویے کے مطابق اثر انداز ہوتے ہیں۔ کہ استاد حالات کے مطابق کیا رویہ اختیار کرتا ہے اور کلاس کے طلبہ کے ساتھ کس طریقہ سے مقاصد حل کر سکتا ہے اور طلبہ، استاد اور نفس مضمون آپس میں کیا تعلق رکھتے ہیں۔“

مباحثی طریقہ تدریس

گروہی بحث و مباحثے کا طریقہ اب تدریس کا بہترین طریقہ شمار کیا جانے لگا ہے۔ یہ تقریری طریقہ تدریس ہی کی ایک نئی وضع کردہ شکل ہے جسے تقریری طریقہ تدریس کی بہتر تاثیر

(3) غیر رسمی بحث (Informal Discussion)

مباحثہ کی اس قسم میں بحث کی سرگرمی کی نمائندگی خود طلبہ کرتے ہیں اس طرح سے لیڈر بننے کی ان میں قائدانہ صلاحیتیں پیدا ہوتی ہیں اس قسم میں طلبہ بلا جھجک اور بلا روک ٹوک بحث میں حصہ لیتے ہیں جس سبب سے فکری اور تخلیقی صلاحیت میں اضافہ ہوتا ہے۔ اس قسم کی بحث کو کنٹرول کرنے کے لئے استاد کو مہارت کا مظاہرہ کرنا پڑتا ہے۔

(4) رسمی بحث (Formal Discussion)

اس قسم کی بحث کے لیے قائدانہ صلاحیتوں کا حامل لیڈر مقرر کیا جاتا ہے جو بحث کے دوران ایسے ارکان کا انتخاب کرتا ہے۔ جو زیر بحث عنوان کے ہر پہلو میں ماہر ہوتے ہیں۔ بحث کو ویڈیو یا آڈیو ریکارڈ کرنے کا بھی انتظام ہوتا ہے۔ لیڈر بحث کو اصل موضوع پر قائم رکھتا ہے اور بحث کے درمیانی وقفہ میں بحث کا خلاصہ پیش کرتا ہے۔

(5) سرگرمی طریقہ: (Activity base discussion)

شرکائے مباحثہ کو کسی ادارہ یا تنظیم کے مختلف ارکان کے کردار سونپ دیئے جاتے ہیں۔ وہ ارکان اپنے اپنے کردار کے مطابق کسی بھی مجوزہ موضوع کو زیر بحث لاتے ہیں اور اس طرح مسائل کا حل تلاش کرتے ہیں۔ اس طرح طلبہ حکومتی اداروں اور تنظیموں کے متعلق بہت سرفہم و ادراک حاصل کر لیتے ہیں۔

سرگرمیاں

موجودہ دور میں نوثر تدریس کے لیے سرگرمی نواز تدریس کو بہت زیادہ اہمیت دی جا رہی ہے۔ سرگرمیوں کے ذریعہ تدریس پر ائمری سطح کے طلبہ کے لئے بہت کامیاب طریقہ تدریس ہے۔ ایلیمنٹری اور سیکنڈری سطح کے طلبہ کے معیار کے مطابق تیار کردہ سرگرمیاں بھی بہت شمار ثابت ہو سکتی ہیں۔ سرگرمی طریقہ تدریس کو دوران تدریس اور تدریس کے اختتام پر ہر دو طرح سے اپنایا جا رہا ہے۔ سرگرمی طریقہ تدریس کی کچھ عملی مثالیں ذیل میں درج کی جا رہی ہیں۔

منصوبی طریقہ تدریس

(Project Method)

یہ طریقہ آزموش بذریعہ عمل (Learning by doing) کا نام ہے۔ اس طریقے کو عملی طور پر کولمبیا یونیورسٹی کے ڈاکٹر کلپیٹرک نے 1981ء میں شروع کیا۔ وہ پروفیسر ڈیوی کے فلسفہ تعلیم سے متاثر تھا۔ ڈیوی کے مطابق ”تعلیم کی بنیاد بچے کی ضرورت پر رکھی جائے“ کلپیٹرک نے منصوبے کی تعریف کی کہ ”مقصد سے بھرپور ایک ایسا مشغلہ جو پوری طرح دل لگا کر کیا جائے اور جو معاشرے کی ضرورت کے مطابق ہو“۔

منصوبے کی خصوصیات درج ذیل ہیں۔

(1) یہ کسی حقیقی مسئلے کی پیداوار ہوتا ہے۔

(2) یہ ایسا مسئلہ ہوتا ہے جس میں مسلسل مطالعے اور سرگرمی کی ضرورت ہوتی ہے۔

(3) مسئلے کے حل کے سلسلے میں جن سرگرمیوں کی ضرورت ہوتی ہے طلبہ خود ان کی منصوبہ

بندی کرتے اور خود ہی ان کو عمل شکل دیتے ہیں۔

تعلیمی یا تدریسی منصوبے تنظیم کے لحاظ سے دو قسم کے ہوتے ہیں، انفرادی منصوبے

اور گروہی منصوبے۔

منصوبی طریقے کے اصول:

1- منصوبہ با مقصد ہو:

منصوبہ کسی نہ کسی مقصد کا حامل ہو اور طلبہ کی زندگی سے مربوط ہو۔ مقصد کی بدولت ہی طلبہ کو کسی منصوبے کو عملی جامہ پہنانے اور مشکل سے مشکل منصوبے کی طرف راغب کرایا جاسکتا ہے۔

2- ذاتی فعالیت کا حامل ہو:

منصوبہ طلبہ کی فعالیت کے مواقع رکھتا ہو وہ خود کسی مسئلے کے حل کرنے میں پیش پیش ہوں اور زیادہ سے زیادہ سرگرمی اور تعاون سے شرکت کریں۔

طلبہ کی دلچسپی کا حامل ہو:

منصوبے کا طلبہ کی نفسیاتی خواہشات و تقاضوں کے عین مطابق ہونا ضروری ہے۔
منصوبہ ان کی دلچسپی اور رجحانات سے ہم آہنگ اور مربوط ہو۔ عدم دلچسپی کی صورت میں
منصوبے پر عملدرآمد کرنا مشکل ہوگا۔

ماحول آزاد ہو:

منصوبے پر عمل کرنے کی خاطر ضروری ہے کہ مدرسے کا ماحول آزاد اور تعمیری ہو۔ ان
کو اپنے خیالات اور فعالیت کے اظہار کے زیادہ سے زیادہ مواقع حاصل ہوں اور وہ آزادی
کے کسی منصوبے پر عمل کر سکیں۔

5۔ تجرباتی ہو:

منصوبہ ایسا ہو جسے عملی جامہ پہنانے کے لئے عمل و تجربات کے مواقع میسر ہوں اس
طرح طلبہ کی عملی قوتوں کو فروغ ملتا ہے، باہمی میل جول و اشتراک سے مسئلہ حل کرنے کے قابل
ہو جاتے ہیں۔

6۔ وقت کی مناسبت ہو:

منصوبہ ایسا ہونا چاہیے جو مناسب اور کم وقت میں مکمل کیا جاسکے۔

منصوبے کے انتخاب کے اصول:

منصوبی طریقہ تب ہی کامیاب ہوگا جب اسے کسی بہتر اصول کے تحت منتخب کر لیا
جائے۔ یہ اصول درج ذیل ہیں۔

- 1۔ منصوبہ تعلیمی اہمیت کا حامل ہو اور وہ طلبہ کی صلاحیتوں کے مطابق ہو۔
- 2۔ طلبہ کی ضروریات اور دلچسپی سے ہم آہنگ ہو۔
- 3۔ تعلیمی و معاشرتی لحاظ سے اہمیت کا حامل ہو یعنی اس کا مکمل کرنا ضروری ہو۔
- 4۔ منصوبہ ایسا نہ ہو کہ زیادہ اور ساز و سامان کی ضرورت پڑے اور سکول کی انتظامیہ کے
اختیار سے باہر ہو۔
- 5۔ اس پر عمل کر کے مفید نتائج حاصل کر سکیں اور کسی واضح مقصد کی تکمیل کرنا ہو۔

6- مقررہ اور مخصوص وقت میں مکمل ہو جائے۔

7- طلبہ خود اپنی ذاتی کوششوں اور عملی سرگرمیوں سے اسے مکمل کریں۔

منصوبی طریقے کے اقدامات:

اس طریقے میں درج ذیل کے اقدامات کئے جاتے ہیں۔

1- مقصد کا تعین:

تعلیم کا مقصد سرگرمی کا نتیجہ ہوتا ہے، جب مقصد واضح اور سامنے ہو تو طلبہ اس میں نہ صرف ذہنی دلچسپی کا اظہار کریں گے طلبہ خود بھی منصوبہ متعین کر سکتے ہیں لیکن استاد اگر سوجھ بوجھ سے منصوبے کے مقاصد واضح کر کے پیش کر دے تو بہتر ہوتا ہے۔

2- منصوبے کا انتخاب:

طلبہ آزادی سے اپنی خواہش اور تقاضوں کے مطابق منصوبہ منتخب کریں۔ البتہ معلم ان میں منصوبے کی اہمیت و مقصد کا احساس ضرور بیدار کرے اور وہ تعمیری مقصد کا حامل ہو۔

3- منصوبے تیار کرنا یا تفصیلی خاکہ تیار کرنا:

منصوبے کے انتخاب کے بعد اگلا قدم اس کی منصوبہ بندی کرنا ہے۔ تمام تدابیر جو سوچی جائیں ان کو ایک جامع خاکے کی شکل دی جائے۔ یہ مرحلہ بڑا اہم ہوتا ہے اس سلسلے میں استاد طلبہ کو منصوبے پر عمل کرنے کے دوران میں ہونیوالی امکانی غلطیوں سے باخبر کرے۔ معمولی غلطیوں کو موقع پر نظر انداز کرنے سے طلبہ میں احتیاط کا احساس ابھرے گا۔ رہنمائی کے لئے استاد کو سوالات اور بحث و تمحیص سے کام لینا چاہیے۔ طلبہ ضروری باتیں نوٹ کریں ان یادداشتوں کی مدد سے وہ منصوبے کو مفید اور محفوظ شکل دے سکتے ہیں۔

4- منصوبے کو عملی شکل دینا:

منصوبے کی تیاری اور لائحہ عمل کا تجزیہ ہونے کے بعد اس پر عمل کی باری آتی ہے، بچے خود کام کرنا اور نتائج اپنی آنکھوں سے دیکھنا پسند کرتے ہیں۔ بچہ اپنی صلاحیت کے مطابق پوری کوشش کے ساتھ منصوبے کو قدم بہ قدم تکمیل تک پہنچائے گا۔ اس مرحلے میں استاد کی رہبری کی ضرورت ہوتی ہے۔

اس طریق کار کا آخری اقدام منصوبی عمل کا تجزیہ کرنا، اس پر تنقیدی نظر ڈالنا اور یہ دیکھنا ہے کہ حاصل شدہ نتائج کی قدر و قیمت کیا ہے۔ طلبہ بھی اپنے کام کا جائزہ لیں اور دیکھیں کہ کہاں تک کامیابی ہوئی۔ جائزے کا مقصد یہ ہونا چاہیے کہ نتائج کس حد تک معیاری ہیں اور کس حد تک ان میں اصلاح ہو سکتی ہے۔ طلبہ کو بھی باخبر کرنا ضروری ہے کہ اس میں کس قسم کی اصلاح و ترمیم کی ضرورت ہے۔ اس سے طلبہ کو پتہ چلتا ہے کہ ان کی صلاحیتوں کی نوعیت کیا ہے۔ منصوبہ خود مکمل کر کے طلبہ میں خوشی کا جذبہ پیدا ہوتا ہے۔ یہ جذبہ ان کو مزید منصوبوں کی تکمیل کی طرف راغب کر سکتا ہے۔

منصوبی طریقہ کار کی خوبیاں:

- 1- یہ طریقہ جدید نظریہ تعلیم کا ترجمان ہے، اس میں عملی کام کو زیادہ اہمیت دینے سے طلبہ کمرہ جماعت میں مجبوراً بیٹھنے کی بجائے عملی میدان میں جدوجہد کرتے ہیں۔ وہ خود تجربات و مشاہدات کر کے سرگرمی اور شوق سے خود آموزی کرتے ہیں تعلیم ان کے رجحانات کے مطابق دی جاتی ہے اور وہی طریقہ درست ہوتا ہے جس کی بنیاد ان نظریات پر ہو۔
- 2- اس طریقے میں بچوں کو ان کی ذہنی استعداد اور عملی صلاحیتوں کے مطابق کام سونپا جاتا ہے اور وہ آزادی سے اپنی صلاحیتوں اور ذہنی قوتوں کو بروئے کار لا کر منصوبہ مکمل کرتے ہیں۔
- 3- اس طریقے میں بچے صرف سننے اور یاد کرنے کی بجائے عملی طور پر اپنی قوت برداشت کے مطابق پاتے ہیں اور یوں ان کی ہمہ گیر نشوونما ممکن ہوتی ہے۔
- 4- اس طریقے سے بچوں میں احساس ذمہ داری پیدا ہوتا ہے بچوں کو منصوبے کے انتخاب اس کا پروگرام مرتب کرنے اور عملی جامہ پہنانے کے بہت سے اختیارات دیئے جاتے ہیں۔

- 5- عملی مشاغل میں مل جل کر کام کرنے سے بچوں میں کئی صلاحیتوں کو فروغ کے علاوہ اجتماعی مقاصد کی سعی کار حجان ہوتا ہے۔
- 6- طلبہ اپنے طور پر کام کرنے کے ساتھ ساتھ اپنا جائزہ لے سکتے ہیں۔ اس سلسلے میں وہ مسائل اور منصوبے کا غیر جانبداری بغیر تعصب اور خود غرضی کے جائزہ لینے کے قابل ہو جاتے ہیں۔
- 7- اس طریقے سے بچوں کو کام کی وقعت کا اندازہ ہوتا ہے، وہ اپنے طور پر کام کرتے اور اس کے نتائج اپنی نظروں سے دیکھ کر خوش ہوتے ہیں۔ اس طرح دوسروں کے پیشوں کا احترام پیدا ہوتا ہے۔
- 8- بچے اپنے طور پر جو سیکھتے ہیں، وہ کام دلچسپی اور شوق سے مکمل کرتے ہیں۔ بچوں کو ایسے تجربات سے گزرنا پڑتا ہے جس میں اکتساب علم جمہوری اصولوں کے تحت ہوتا ہے۔
- 9- اس طریقے سے وقت کی بچت ہوتی ہے اور بچے بہت کم عرصے میں زیادہ علم پاتے ہیں۔ بچے مسلسل کلاس روم میں بیٹھ کر تھکنے کی نسبت آزادی سے خوش گوار ماحول میں آموزش پاتے ہیں۔
- 10- عملی مشاغل کے مواقع زیادہ ملنے سے طلبہ کے اندر کئی رجحانات فروغ پاتے ہیں اور وہ مشاغل و افعال اپنے طور پر سرانجام دے کر جسمانی اور دماغی قوتوں کے اتحاد کی تربیت پاتے ہیں۔
- 11- یہ طریقہ قوانین آموزش کے تحت عمل میں آتا ہے جو نفسیاتی قدروں اور تقاضوں کی تشفی کرتے ہیں اس میں قانون آمادگی، قانون تاثر اور قانون مشق کے تحت منصوبے انجام پاتے ہیں۔
- 12- بچے عملی صلاحیتوں کے فروغ پانے کے ساتھ ساتھ خیالی دنیا سے باہر نکل آتے ہیں۔ وہ حافظے پر انحصار کرنے کی بجائے عملی دنیا میں رہنا پسند کرتے ہیں۔

منصوبی طریقہ کار کی خامیاں:

اس میں فوائد کے ساتھ ساتھ خامیاں بھی موجود ہیں۔
طلبہ کے استحسان اور لطیف جذبات کی پرورش نہیں ہوتی اور نہ ان میں تخلیقی قوتیں فروغ پاتی ہیں، ساتھ ہی بچوں کی تعلیم میں خلاء پیدا ہو جاتا ہے جو ان کے امتحانات کے نقطہ نظر سے مفید نہیں ہے۔
اس طریقے میں نظری تعلیم کو بالکل نظر انداز کر دیا جاتا ہے۔
وقت اور وسائل کا ضیاع ہوتا ہے۔

دو طرفہ ابلاغ

کیمبل کے مطابق:

”ابلاغ اس عمل کو کہتے ہیں جس میں ہدایات، اطلاعات، خیالات، تشریحات، اور سوالات وغیرہ کو ایک شخص سے دوسرے شخص کو، ایک گروہ سے دوسرے گروہ تک پہنچایا جائے اور اشخاص کے درمیان تعامل (Interaction) ہو۔“

دو طرفہ ابلاغ سے مراد دو افراد کے درمیان بالمشافہ گفتگو ہوتی ہے۔ دو طرفہ ابلاغ کو بین شخصی ابلاغ بھی کہتے ہیں۔ یہ ایسی صورت حال ہے جس میں ایک شخص پیغام دیتا ہے اور دوسرا پیغام وصول کرتا ہے۔ اس قسم کے ابلاغ میں جوابی پیغام جلد متوقع ہوتا ہے۔ پیغام دینے والے کو پیغام دہندہ اور پیغام لینے والے کو وصول کنندہ کہتے ہیں۔ جوابی پیغام کے عمل میں وصول کنندہ اور جواب دہندہ اپنے اپنے کردار انتر چینج کرتے رہتے ہیں۔ دو افراد کے درمیان یہ ابلاغ براہ راست ہوتا ہے۔ جدید دور میں سائنسی ترقی کی بنا پر الیکٹرانک میڈیا بشمول ٹیلی فون و انٹرنیٹ وغیرہ بھی بین شخصی ابلاغ کے ذرائع بن چکا ہے۔ اس قسم کے ابلاغ میں ذاتی، کاروباری، سرکاری اور تعلیمی شعبوں سے متعلق گفتگو عمل میں لائی جاتی ہے۔ تدریسی عمل

میں استاد کا شاگرد کے ساتھ، استاد کا استاد کے ساتھ، شاگرد کا شاگرد کے ساتھ، استاد کا صدر معلم کے ساتھ، استاد کا علاقائی نمائندے کے ساتھ ابلاغ بین شخصی ابلاغ کی بہترین مثالیں ہیں۔ مؤثر ابلاغ کا دار و مدار حسن خلق اور جذبہ خلوص پر ہوتا ہے۔ ایسی صورتحال میں استاد کو نہایت ذمہ داری کا مظاہرہ کرنا چاہئے کیونکہ تھوڑی سی لاپرواہی بے شمار غلط فہمیاں پیدا کر سکتی ہیں۔ مؤثر بین شخصی ابلاغ کے لئے چند تجاویز درج ذیل ہیں۔

- 1- خوبصورت اور شائستہ گفتگو مؤثر ابلاغ کی ضامن ہے۔
- 2- اعلیٰ اخلاقی اور انسانی اقدار کو پیش نظر رکھنا چاہئے۔
- 3- گفتگو سادہ اور عام فہم زبان میں کرنی چاہئے۔
- 4- بلاوجہ اپنا احساس برتری جتانے کی کوشش نہیں کرنی چاہئے اور نہ ہی اپنی علمیت سے دوسرے کو مرعوب کرنے کی کوشش کرنی چاہئے۔
- 5- دوسرے فرد کی ہر بات تسلی سے سنی چاہئے اور جواب بھی تسلی بخش دینا چاہئے۔
- 6- کسی قسم کے تعصب کا اظہار نہیں کرنا چاہئے۔
- 7- خوشامد گری اور خوشامد پسندی سے احتراز کرنا چاہئے۔
- 8- عمر اور عہدہ کے مطابق القاب و آداب کا خیال رکھنا چاہئے۔
- 9- گفتگو میں اختصار اور جامعیت کا پہلو پیش نظر رہنا چاہئے۔
- 10- بات کہنے اور سننے میں آمادگی کا عنصر سامنے رکھا جائے۔

✱

وسائل / ذرائع

تدریس ”درس“ سے ماخوذ ہے جس کے معنی ہیں درس دینا، مختلف علوم و فنون میں مہارت پیدا کرنا، لکھنا پڑھنا سکھانا۔

تدریس کے ذریعے معلم ایک تسلسل کیساتھ معلومات و حقائق بتدریج بچوں کو ذہن نشین کراتا ہے۔ تعلیمی میدان میں درحقیقت قومی، ملی نقطہ حیات معاشرتی، انفرادی و اجتماعی ضروریات اور عصری تقاضوں کو ملحوظ رکھتے ہوئے مخصوص اور منتخب شدہ سرگرمیوں، آموزشی تجربات رجحانات، اقدار، رویوں اور علمی مواد کی متعلمین تک ترسیل و ابلاغ تدریس کہلاتی ہے۔

حوالہ جات:

”اصطلاحی اعتبار سے تدریس کسی تعلیمی ادارے میں ہدایات دینے کے عمل کا ایسا انتظام ہے جس میں معلم اور متعلم کا باہمی تبادلہ خیالات، منصوبہ بندی کے پیشگی فیصلہ کے طریق، تعلیم و تعلم کی حالت کیلئے تیاری اور نمونہ بندی شامل ہے۔“

(مہر محمد بخش)

”تدریس ایک معاشرتی اعتماد کا نام ہے یہ ایک ایسا عمدہ تخلیقی عمل ہے جو ایسا ماحول پیدا کرتا ہے جس میں بچے ایسے باہمی معاشرتی تعلقات پر تجربات کرتے ہیں جو اس کے اراکین کے لئے سماجی زندگی کو آسان بنا دیتے ہیں۔“

(نیٹرائس ڈیوس ہرے)

”تدریس ایک ایسی سرگرمی کا نام ہے جس میں تعلیم کا حصول اس طرح ہو کہ طلبہ ان کی ذہنی نشوونما اور آزادانہ قوت فیصلہ کن ہو۔“

لیکن پال (The Concept of Education)

چونکہ تعلیم فی النفسہ انتقال تربیت ہی ہے لہذا اپنے وسیع تر مفہوم میں تدریس علمی مواد کی منتقلی ہی نہیں بلکہ ان تمام منظم کوششوں کا احاطہ کرتی ہے جن کا اہتمام و انتظام تعلیمی ادارے معلمین کے ہاتھوں کرواتے ہیں۔

ذرائع اور وسائل سے مراد وہ تمام مرقی و لفظی توضیحات ہیں جنہیں معلمین ماحول اور موقع محل کے مطابق متعلقہ موضوع یا زیر تدریس مضمون کی نوعیتی درجاتی ابلاغی ضروریات کو مد نظر رکھتے ہوئے نشر کی تدریسی تاثیر کے طریقے اختیار کرتے ہیں۔ تدریسی توضیحات و وسائل میں وہ تمام واسطے، ذرائع اور اعانات شامل ہیں جو مواد اور معلومات کی ترسیل کیلئے معاونت کرتی ہیں خواہ یہ ذرائع و وسائل تحریری ہوں سمعی و بصری متحرک صورت میں ہوں۔

لابریروں کی صورت تنظیمی اداراتی شکل میں ہو یا کہ جدید تدریسی رجحانات کے تحت کمپیوٹر انٹرنیٹ، آن لائن ایجوکیشن اور ریسرچ جرنلز کا استعمال ہو یا سمعی و بصری معاونات کے برقیاتی ذرائع کے مشمولات ٹی وی۔ ریڈیو۔ وی سی آر، اوور ہیڈ پروجیکٹر اور ان کے متعلقات، فلم، سی ڈیز اور ٹرانسپیرنسز ہوں۔

یہ تربیتی ذرائع اور وسائل جس طرح دیگر معاشرتی اور سائنسی علوم کی تدریس میں مدد کرتے ہیں اسی طرح معلم اردو، اردو کی تدریسی میں چہارگانہ لسانی مقاصد (سننا، بولنا، پڑھنا، لکھنا) کے حوالے سے ان سے استفادہ کر کے، نہ صرف اپنی ابلاغی فعالیتوں کو دلکش دلچسپ اور اثر آفرین بنا سکتا ہے بلکہ تعلیمی معیار کو بلند کرنے کے ساتھ ساتھ بہتر تدریسی کارکردگی اور اپنی پیشہ ورانہ ذمہ داریوں سے بطریق احسن نپٹ سکتا ہے۔

فی زمانہ معاشرے کی بدلتی ہوئی ضروریات، اقدار، علم کی روز افزوں ترقی، نئے، نئے طور طریقے نئی ٹیکنیکس اور نئے فنون ہمارے اساتذہ پر بڑھتے تقاضوں کا موجب بنتے ہیں۔

ان تقاضوں سے کما حقہ عہدہ برآ ہونے کے لیے ضروری ہے کہ معلمین کو علمی میدان میں ہونے والی تحقیقات، نئی تدریسی تدابیر، تکنیکوں اور نئے تعلیمی رجحانات اور سائنسی ترقیات کی بنا پر تعلیمی عمل کو تقویت دینے والے ذرائع اور وسائل سے متعلق اختراعات سے روشناس کرایا جائے جن سے بہرہ ور ہو کر وہ اپنی علمی و عملی کاوشوں کو جدید تقاضوں سے ہم آہنگ کر کے تعلیم کے حوالے سے بالعموم اور زبان کے حوالے سے بالخصوص نسل نو میں وہ تمام خصائص و محاسن پیدا کر سکیں جن کی بنا پر معلمین نہ صرف زبان میں مہارت تامہ حاصل کر سکیں بلکہ زبان پر عبور و دسترس کے توسط سے دیگر علوم و فنون کی تحصیل کی بھی قابلیت حاصل کر لیں۔ اردو کی تدریس نہ صرف لسانی تدریسی حوالے سے اہمیت کی حامل ہے بلکہ ماسوائے ثانوی زبان انگریزی کے دیگر تمام مضامین پر دسترس ان کی ساخت و ماہیت سے شناسائی اور معلومات کی تحصیل اردو زبان میں مہارت پر ہی منحصر ہے۔

ہمارے ماحول میں علوم و فنون کی بیشتر کتب اردو ہی میں دستیاب ہیں۔ ہماری درس گاہوں میں علوم و فنون کی تحصیل و ترویج اور امتحانات کا سارا نظام اردو ہی میں مروج ہے۔

چنانچہ اسی بنا پر ایلیمنٹری سطح پر تعلیم کی غایت اولیٰ، فن زبان دانی کی بنیادی مہارات لکھنا، پڑھنا سکھانا ہی ہے تاکہ بچے اردو زبان میں تقریر و تحریر کے ذریعے اپنے ماضی الضمیر کے اظہار کی صلاحیت حاصل کر لیں ان مقاصد کے حصول کیلئے لسانی تعلیمی حوالے سے زبان سیکھنے کے عمل پر اثر انداز ہونے والا سب سے اہم موضوعی عامل اساتذہ کا انداز تدریس ہے۔ غیر دلچسپ، خشک اور منطقی و نفسیاتی اوصاف سے عاری طریقہ ہائے تدریس لسانی تحصیل کی سب سے نمایاں قدغن ہے جس کے موجب بچوں میں زبان سیکھنے کا عمل نہ صرف سست رو بلکہ بعض اوقات بیک قلم موقوف ہو جاتا ہے۔ مبتدی تعلیم سے متنفر اور خوف زدہ نظر آتے ہیں۔

لاحالہ زبان کی تحصیل میں رکاوٹ اور زبان پر عدم گرفت دیگر مضامین کے سیکھنے پر بھی اثر انداز ہوتی ہے یا بالفاظ دیگر زبان پر عبور ہی عمل تعلیم کا ایک ایسا عنصر ہے جو مجموعی تعلیمی حالت اور تعلیمی معیار کو متاثر کرتا ہے۔

چنانچہ ضرورت اس امر کی ہے کہ اساتذہ اپنے مبتدیوں کو ترغیب اکتساب کیلئے اپنے تعلیمی طریقوں کو پرکشش بنائیں۔

تدریسی ذرائع و وسائل اور توضیحات ہی تدریس کو کامیاب اور مؤثر بنا سکتی ہیں ان ذرائع اور وسائل کو استعمال کر کے ایک معلم کم سے کم وقت میں زیادہ سے زیادہ فوائد حاصل کر سکتا ہے۔

تدریسی ذرائع و وسائل اور تدریس اردو میں ان کا استعمال:

طلبہ کی دلچسپی قائم اور موضوع تدریس مستقل طور پر طلبہ کے ذہن نشین ہوتا رہتا ہے۔ ان کی بدولت مدرسین کی تربیتی کاوشیں ثمر بار ہو سکتی ہیں طلبہ کی تعلیمی عمل میں شرکت یقینی بنائی جاسکتی ہے ابلاغی فعالیتوں میں جاذبیت اور نفوذ پذیری پیدا کی جاسکتی ہے۔ ان تدریسی ذرائع کی تفصیل ذیل میں دی جاتی ہے ان ذرائع کی رعایت تدریس زبان کی ذمہ داری سر لینے والے کی کامیابی کیلئے ناگزیر ہے۔ ان سے عدم آگہی یا ان کے اختیار سے اغماض نا صرف معلم کیلئے ناکامی کا باعث بن سکتا ہے بلکہ معلم کیلئے ان تمام فوائد سے محروم ہو جانے کا اندیشہ ہے جو ان ذرائع و وسائل کے استعمال کی غرض و غایت سے مستبعد ہوتے ہیں۔

یہ ذرائع و وسائل درج ذیل ہیں۔

- 1- کمپیوٹر انٹرنیٹ
- 2- آڈیو ویڈیو
- 3- کتب حوالہ جات
- 4- دارالمطالعہ
- 5- ریسرچ جرنلز
- 6- اوور ہیڈ پروجیکٹر

کمپیوٹر انٹرنیٹ

کمپیوٹر کی اصطلاح لفظ کمپیوٹ (Compute) سے ماخوذ ہے جس کے معنی ہیں حساب لگانا۔ کمپیوٹر ایک ایسا برقیاتی آلہ ہے جو دماغ کی مثل فراہم کردہ معطیات کا تجزیہ اور حسابی عوامل کے ذریعے سے مسائل کا ٹھیک ٹھیک حل بڑی تیز رفتاری سے فراہم کرتا ہے۔

وقت کیساتھ ساتھ تمام شعبہ ہائے زندگی میں کمپیوٹر کا عمل دخل بڑھتا جا رہا ہے۔ یہ ایک بہت ہی قابل اعتبار برقیاتی اختراع ہے جو وسیع مقدار میں معلومات کو ذخیرہ کر سکتی ہے اور کمپیوٹر میموری میں موجود ہدایات کے تحت مختلف کام سرانجام دینے کی صلاحیت رکھتی ہے۔

عام طور پر یہ خیال کیا جاتا ہے کہ کمپیوٹر کو صرف صنعت و حرفت، تجارتی، کاروباری اور تعلیم کے ریاضیاتی اور سائنسی شعبوں ہی میں استعمال کیا جاسکتا ہے۔
اقتدار زمانہ انسانی ضروریات میں تغیر پیدا کرتا ہے اور ان ضروریات کی تکمیل انسانی نفسیاتی خاصہ ہے۔

لسانی مضامین میں زبان کی لازمی نوعیات، صحت تلفظ لہجے، اور تکلم وغیرہ میں روانی سے متعین مسائل نے ماہرین کی توجہ ایسے لینگوئج پروگرام تیار کرنے کی طرف مبذول کرائی جن سے زبان دانی کے فن میں مدد حاصل کی جاسکتی ہے۔

کمپیوٹر میں سب سے زیادہ استعمال کی جانے والی زبان انگریزی ہے لہذا لینگوئج آرٹس پروگرام زیادہ تر انگریزی ہی میں ہیں۔ ہماری اردو زبان بھی دیگر ترقی یافتہ زبانوں سے کسی طور پر کم نہیں زبان کے تکنیکی حوالے سے ٹائپ مشین، طباعت اور کمپیوٹر کے مسائل اردو زبان میں حل کرنے کی صلاحیت موجود ہے (اردو میں ہر قسم کی ٹائپ مشین موجود ہے۔ بلی پرنٹر پر پیغامات کے ابلاغ کا انتظام بھی موجود ہے۔ طباعت کے حوالے سے اردو میں نسخ بھی موجود ہے بلکہ خط نستعلیق میں کتابت لیزر کامپ پر ہوتی ہے)۔

ان تفصیلات سے یہ بتانا مقصود ہے کہ (اردو کا تکنیکی پہلو کافی جاندار ہے۔ کمپیوٹر کیلئے اردو میں پروگرامنگ شروع ہو چکی ہے۔ بہت سے ایسے سافت ویئر اردو میں تیار کر لیے گئے ہیں جن کی اعانت سے تدریس اردو کو ایک دلچسپ عمل بنایا جاسکتا ہے جن کی وجہ سے فن زبان دانی ہل ہو گیا ہے۔

تدریس زبان کے مختلف پہلوؤں میں مندرجہ ذیل طریقوں سے کمپیوٹر سے مدد لی جاسکتی ہے۔

لکھائی کے سافت ویئرز:

ان پروگراموں کی مدد سے طلبہ کی لکھائی سے متعلق مہارتوں یعنی جھجھج، املا کی درستگی، خطوں کی صحیح بناوٹ وغیرہ میں اضافہ کر سکتے ہیں۔ مخصوص قسم کے ورڈ پروسیسرز اس کیلئے مدد اہم کرتے ہیں۔